سلازار امریکہ میں

اکرم الہ آبادی

Salazar America Mein Akram Allahabadi

جاسوسی دائرہ سیریز

سلازار امریکہ میں

اکرم الہ آبادی

Akram Allahabadi

فرحت پبلیکیشنز۔ممبئی۔انڈیا

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

اس ناول میں شائع ہونے والے تمام واقعات،
مقامات و کردار فرضی ہیں۔اس سے کسی طرح
کی مطابقت محض اتفاقیہ ہے۔جس کی مصنف،
پبلشر و پرنٹر پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

اس ناول کی دوبارہ اشاعت، ترجمے یا کسی اور مقصد سے استعمال کے
لئے پبلشر کی تحریری اجازت ضروری ہے ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔

پرنٹر:۔۔۔۔۔ممبئی۔انڈیا

Akram Allahabadi

جہاز میں ہنگامہ

کیبن نمبر ۱۷ کا مسافر یا تو بیمار تھا یا انتہائی گوشہ پسند۔ وہ بہت کم اپنے کیبن سے باہر نکلتا۔ جہاز کو کلکتہ کا ساحل چھوڑے تین دن گزر چکے تھے، اور اس عرصے میں بہت کم لوگوں نے اسے اچھی طرح دیکھا تھا۔ وہ یا تو اتفاق سے رات کے وقت عرشے پر کسی کونے کی طرف کھڑا نظر آجاتا یا پھر ریفرشو میں کسی کنارے کی سیٹ پر۔ وہ بات بھی بہت کم اور مختصر کرتا تھا، لیکن اس کی علیحدگی پسندی سے جہاز کا کوئی آدمی متاثر نہیں ہوا تھا، کیوں کہ حلیے سے وہ لاطینی امریکہ کا کوئی ادھیڑ عمر کا کسان معلوم ہوتا تھا جو ممکن ہے زیادہ ترقی پسند بین الاقوامی شہریوں کی موجودگی میں کسی احساس کمتری کا شکار ہو کر ایسا کر رہا ہو یا پھر فطرتاً ہی وہ اتنا سنجیدہ اور کم گو ہو۔ ریفرشو میں جب جہاز نیپچون کی طرف سے مسافروں کا دل بہلانے کے لیے ملازم رکھی گئی کئی رقاص لڑکیاں رات کے لنچ کے بعد اپنے بے ہنگم نیم عریاں انداز میں کوئی آئرش یا جپسی رقص پیش کرتیں اور سات آدمیوں پر مشتمل ایک اوسط درجہ کا آرکسٹرا امریکی مضافاتی فلموں کے کسی گیت کے میوزک کی نقل کرتا تو ریفرشو میں بیٹھے ہوئے لوگ اسے غنیمت سمجھ کر جھومنے لگتے۔

آج وہ معمول کے خلاف رات کو عرشے پر بھی نظر نہیں آیا اور ریفرشو میں بھی اس کی نشست خالی پڑی تھی۔ مسافروں کی دیکھ بھال کرنے والے ویلفیئر اسکواڈ کا کپتان عرشے پر بھی اس تنہائی پسند آدمی کی غیر موجودگی کو محسوس کر چکا تھا اور اگر وہ بیمار ہو گیا ہو گا تو اس کی مزاج پرسی کرنا اور کیبن کے ڈاکٹر کو خبر کرنا اس کا فرض تھا۔ ریفرشو میں بھی اس کی نشست خالی پا کر وہ چونک پڑا۔

''کیا یہ مسافر بیمار ہے؟'' اس نے پاس والی نشست پر بیٹھے ہوئے آدمی سے پوچھا۔

Akram Allahabadi

''مجھے خبر نہیں، اس کی کیبن میں جا کر دیکھ لو۔'' وہ قطعی بے تعلقی کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔

''معاف کیجیے، اگر اس سوال سے آپ کو تکلیف ہوئی۔'' کپتان نے جواب دیا۔ اور پھر وہ ایک سرسری نظر چاروں طرف ڈالتا ہوا باہر نکل گیا۔

کیبن نمبر ۱۷ کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ وہ اس پر دستک دینے میں چند سیکنڈ ہچکچاتا رہا۔ خدا جانے مسافر کی طبیعت خراب ہو اور وہ آرام کر رہا ہو۔ یہ سوچ کر وہ کیبن کے پیچھے سمندر کی طرف جھانکنے والی کھڑکیوں والے تنگ سے چھجے کی طرف چلا گیا کہ کھڑکی یا روشندان سے ہی نظر آجائے کہ مسافر اندر ہے یا نہیں۔ اور ہے تو کس حال میں ہے۔

نمبر ۱۷ کے روشندان پر آنکھیں گاڑ کر جب اس نے دیکھا تو اندر روشنی ہو رہی تھی۔ اس کی طائرانہ نظر کیبن کا جائزہ لیتی ہوئی جب دیوار میں لگے ہوئے ڈریسنگ مرر (آئینہ) پر پڑی تو وہ ایک دم چونک پڑا۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا۔ آئینہ کے سامنے کھڑے ہوئے شخص کی پشت اس کی طرف تھی۔ اس نے سیاہ لباس پہن رکھا تھا، لیکن آئینہ میں اس کی کچھ عجیب سی شکل نظر آ رہی تھی۔

اچانک آئینے کے سامنے کھڑا ہوا آدمی گھوم پڑا۔ ممکن ہے اس نے کوئی کھٹکا سن لیا۔ اس کے پلٹتے ہی کیپٹن کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ اس کی آنکھیں فرطِ حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

''اوخدا، کیا یہ روح ہے کسی کی؟'' وہ بہت آہستہ سے بڑبڑایا۔ اس آدمی کا چہرہ محض کھوپڑی تھا، صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ، لیکن اس کی آنکھوں کے گڑھوں میں دو بہت چمکیلے زرد رنگ کے دیدے روشن تھے۔ وہ ایک ڈھیلا سا سیاہ رنگ کا سوٹ پہنے ہوئے تھا اور آئینہ کے سامنے نہ جانے کیا کر رہا تھا یا کرنے جا رہا تھا۔ کپتان نے ایک بار پھر ہمت کر کے اسے غور سے دیکھا اور تیورا کر وہیں روشندان کے قریب ہی گر پڑا۔ اس پراسرار وجود کی نظر بھی گھوم کر

Akram Allahabadi

جیسے ہی روشندان میں کپتان پر پڑی اس کا ایک ہاتھ اوپر کی طرف اٹھا اور پھر کیبن میں ایک دم اندھیرا چھا گیا۔

بے ہوش کپتان کو چاروں طرف سے گارڈ پولیس والے گھیرے ہوئے تھے۔ ہوش میں آتے ہی وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

''کیا بات ہے، کیپٹن؟'' گارڈ کے ایک افسر نے اس سے پوچھا۔

''وہ...؟ وہ کہاں گیا؟ وہ؟'' کپتان دہشت زدہ لہجہ میں چاروں طرف گھورتے ہوئے بڑبڑایا۔

''کون؟ آپ کس کو کہہ رہے ہیں؟ ہم نے تو آپ کو کیبن نمبر ۱۷ کے پیچھے بے ہوش پڑا پایا تھا۔'' گارڈ آفیسر بولا۔

''کیبن نمبر ۱۷، ہاں وہی۔ اوخدا، وہ روح تھی کسی کی۔ ضرور وہ روح ہی تھی۔'' کپتان بڑبڑاتا گیا۔

''معلوم ہوتا ہے ان کے دماغ پر کوئی اثر ہو گیا ہے۔'' گارڈز میں سے ایک نے دوسرے سے آہستہ سے کہا، لیکن کپتان نے سن لیا۔

''تم بھی اسے دیکھتے تو وہی کہتے جو میں کہہ رہا ہوں۔ وہ سیاہ سوٹ پہن ہوئے تھا، مگر وہ مردہ تھا۔ اس کے چہرے پر صرف ہڈیاں تھیں۔'' کپتان انہیں جواب دینے لگا۔

''ممکن ہے کوئی بیمار یا بہت سوکھا ہوا آدمی ہو۔'' گارڈ افسر نے رائے زنی کی۔

''نہیں۔'' کپتان تقریباً چیخ اٹھا۔ اس کا گردن سے اوپر کا حصہ بالکل مردے کی کھوپڑی کی طرح تھا، صرف آنکھوں کے گڑھے میں دو زرد قمقمے سے جل رہے تھے۔'' وہ اپنے طریقے پر اس کی تصدیق کرنے لگا۔

''عجیب بات ہے۔'' گارڈ افسر دونوں کاندھے جھٹک کر بولا۔ کپتان بھی اب اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

Akram Allahabadi

''آیئے ہم آپ کے سامنے ہی ابھی تصدیق کیے لیتے ہیں۔''وہ یہ کہہ کر آگے آگے ہولیا۔دو گارڈ اور اس کے ساتھ ہو لیے اور کپتان بھی ایک عجیب سے تذبذب کے عالم میں ان کے پیچھے چلنے لگا۔وہ ابھی تک سہما ہوا تھا۔

کیبن نمبر ۷ کا دروازہ اندر سے بند تھا۔گارڈ افسر نے اس پر دوبارہ دستک دی،لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔جھنجلا کر تیسری بار کسی قدر زور سے دستک دینے پر اندر سے کسی کی کمزوری آواز سنائی دی۔وہ سب ایک نامعلوم سے خوف کے تحت پیچھے ہٹ گئے۔

دروازہ کھلا اور اس میں سے جیسے ہی کسی کا سر باہر نکلنے لگا، کپتان نے پھر چیخ ماردی۔

''کیا بات ہے،مسٹر؟''بوڑھے امریکی کسان نے جو اس کیبن میں مقیم تھا،سر باہر نکال کر ان سے پوچھا۔

''کپتان نے ضرور یا تو کوئی بھیانک خواب دیکھا ہے یا انہیں کوئی وہم ہوگیا ہے۔'' اس کی طرف مخاطب ہوئے بغیر گارڈ افسر کپتان سے بولا۔اور کپتان بھی تصویر حیرت بنا اس بوڑھے آدمی کو دیکھ رہا تھا۔وہ یقیناً نہ تو کوئی روح تھی نہ وہ پراسرار وجود جو اسے پچھلے روشندان سے اس کمرے میں نظر آیا تھا۔

''آپ کے ساتھ اس کیبن میں کوئی اور بھی ہے؟'' کپتان نے اس کی طرف انگلی اٹھا کر پوچھا۔

''قطعی نہیں، میں بالکل اکیلا ہوں۔''اس نے سادگی سے جواب دیا۔

''کوئی بھی نہیں؟'' پاگلوں کی طرح کپتان دونوں ہاتھوں کو نچا کر پھیلی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

''کہا نا کہ چڑیا کا بچہ بھی نہیں۔لیکن آخر معاملہ کیا ہے؟''وہ خود ہی سوال کر بیٹھا۔

''معاملہ؟ گارڈ افسر چونک پڑا۔معاملہ کچھ نہیں۔دراصل آپ باہر کہیں نظر نہیں

Akram Allahabadi

آرہے تھے،اس لیے سوچا خیریت دریافت کرلی جائے۔'' گارڈافسر نے بات بنادی۔

''اوہ،شکریہ بہت بہت۔میں نے دراصل جلاب لے لیا تھا آج،اس لیے کیبن میں ہی رہا ہوں۔''بوڑھے نے جواب دیا۔

''تو پھر وہ، وہ کون تھا؟'' کپتان بڑبڑایا۔

''وہ کون؟ یہاں تو کوئی نہیں آیا۔''

''وہ آپ ہی جیسے کپڑے پہنے ہوئے تھا،لیکن وہ،اف پناہ خدا، کتنا بھیانک تھا وہ۔'' کپتان اس کا تصور کرکے آپ ہی آپ لرزا اٹھا۔

''جناب آپ ضرور کسی خواب سے ڈر گئے ہیں، ورنہ میں نے اپنی کیبن کے ارگرد بھی کسی کو نہیں دیکھا۔''بوڑھے امریکی نے مؤدبانہ اور سنجیدہ لہجہ میں کہا۔اور بالآخر گارڈافسر اس سے معذرت کرکے کپتان کو ساتھ لیے ڈیک کی طرف چل دیا۔

اس جہاز پر ویلفیئر اسکواڈ کا کپتان ملر تیس سال سے نوکری کر رہا تھا اور کبھی اس کی نظروں کو اس طرح کا دھوکا نہیں ہوا تھا۔پھر آج کیا بات تھی جو وہ کسی اتنے شدید وہم کا شکار ہوجاتا۔اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ جو کچھ اس کی نگاہوں نے دیکھا وہ کوئی وہم تھا۔اس لیے وہ جہاز کے بڑے ڈاکٹر کے پاس معائنہ کے وقت بھی سو فیصدی یقین کے ساتھ وہی بڑبڑاتا رہا۔اور ڈاکٹر کو بھی کم از کم ایک بار ضرور سنجیدگی سے سوچنا پڑا کہ ملر کے اس وہم کی بھی کوئی بنیاد ہونی چاہیے۔وہ اس سے نفسیاتی طریق تفتیش سے سوال کرتا رہا،لیکن نتیجہ خاطر خواہ نہیں برآمد ہوا۔ملر کی بس ایک دھن تھی کہ اسے اپنی آنکھوں پر یقین ہے،وہ سمندر کی تہ میں مچھلی کے پرگن سکتی ہیں۔آخر ڈاکٹر نے مجبور ہوکر اسے اس کی خواب گاہ میں بھیج دیا اور ہدایت کردی کہ کم از کم ۸ گھنٹے آرام کرے۔

آسمان پر سپیدی غائب ہوتے ہوتے شام کا دھندلکا چھا گیا،لیکن وہ اب بھی سو رہا تھا۔اپنے کمرے میں بند اور اس کی بے ہوشی کے چرچے دھیرے دھیرے سارے جہاز پر پھیل

Akram Allahabadi

چکے تھے۔زیادہ تر لوگ اس کی ان باتوں کا مذاق ہی اڑا رہے تھے۔ویسے کئی سنجیدہ مسافر اسے کسی شدید وہم سے تعبیر کرتے ہوئے اس کے لیے اظہار تاسف بھی کرتے۔

جہاز سمندر کی طاقتور موجوں کے تھپیڑوں میں تیرتا ہوا کسی چھوٹے سے جزیرے کی طرح بڑھتا رہا۔اس کی روشنیاں سمندر کے پانی کے سینے میں اتری جا رہی تھیں۔دور سے ان میں سے ہر ایک کا عکس ایک بل کھاتی ہوئی شعائی لکیر کی طرح دور تک نظر آتا۔سمندری پرندے جو کسی ایک جہاز کے مستولوں سے پرواز کر کے دوسرے جہاز کے مستولوں تک ہی چکر لگایا کرتے تھے،اب شام کے دھندلکے میں پر سمیٹ رہے تھے اور اسی طرح رات گہری ہوتی گئی۔سمندر کی سطح پر سناٹا چھا گیا اور بہت دور کسی بندرگاہ کے نزدیک لائٹ ہاؤس کی بہت مدھم ٹمٹماہٹ طوفانی موجوں کے اس پار زندگی کی گواہی دیتی رہی۔

آخری سائرن گیارہ بجے کا تھا،جب تمام مسافر اپنی قیام گاہوں میں چلے گئے اور عرشے پر بھی جہازی عملے اور گارڈ پولیس کے پٹرول کے سوا کوئی نہ رہ گیا۔نیپچون سمندر کی آغوش میں ہچکولے لیتا رہا اور وقت اپنی دبی رفتار سے گزرتا گیا۔

'۱۲' کمانڈنٹ کے آفس کے اوپر لگے ہوئے کلاک نے گھنٹے بجانے شروع کر دیے اور گارڈز اپنی ڈیوٹیاں بدلنے لگا۔

''ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے طوفان آنے والا ہے۔'' رخصت ہونے والے دو گارڈز میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔وہ اس وقت کیبنوں کی طرف جا رہے تھے۔جہاز ڈبل ڈیک تھا،اس لیے نچلی منزل کے ساتھی بھی ان کی آواز شاید سن سکے ہوں کیوں کہ جہازوں پر نوکری کرتے کرتے وہ کافی بلند آواز سے بولنے کے عادی ہو چکے تھے،حتٰی کہ ریفرشو میں بیٹھ کر بھی وہ اتنی زور سے گفتگو کرتے کہ نئے مسافر تو اکتا کر دور کھسک جاتے۔

''ہوائیں بوجھل بھی ہیں اور سرد بھی۔'' دوسرا بولا۔

''اگر ہم آج سے ڈیڑھ سو برس پہلے کے کسی بادبانی جہاز میں سفر کر رہے ہوتے تو؟'' پہلے نے پوچھا۔

''تو اب تک خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگتیں۔'' دوسرے نے جواب دیا۔

لیکن ٹھیک اسی وقت وہ کسی کی چیخ سن کر چونک پڑے۔ آواز ضرور کسی عورت کی تھی، باریک مگر بھرائی ہوئی۔ وہ دونوں اپنی جگہ ٹھٹک کر چاروں طرف دیکھنے لگے۔

''آواز ادھر کیبن کی طرف سے آئی ہے۔'' ایک نے کہا۔

''نہیں ادھر عرشے کی طرف سے۔''

''ہشت، وہاں تو پہلے سے گارڈ موجود ہیں۔''

''تو پھر؟''

''پھر سے سنیں تو پتہ چلے۔''

ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ وہی چیخ پھر انہیں سنائی دی اور اب کی بار وہ کافی لمبی تھی۔

''وہ ادھر، ریفر شو کے دوسرے سرے پر۔'' یہ کہہ کر پہلا گارڈ دوڑ پڑا اور دوسرا اس کے پیچھے ہولیا۔ ریفر شو کی چوبی عمارت کی پشت تک پہنچنے میں انہیں بمشکل تین چار منٹ لگے، مگر وہ دوڑتے دوڑتے ٹھٹک کر رک گئے۔

''یہ کیا؟'' ان میں سے ایک نے کہا۔ اور پھر وہ اس پر جھک گئے۔

''ارے، یہ تو مسز فرانے ہے۔'' پہلا اپنی ٹارچ کی روشنی اس کے چہرے پر ڈالتے ہوئے حیرت سے بولا۔

''مسز فرانے؟'' دوسرے نے سوالیہ نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھ کر پوچھا۔

''ہاں، جہاز کے اس ٹرپ میں شاید یہی سب سے خوب صورت عورت ہے جو

ہمارے ساتھ سفر کر رہی ہے ۔یہ پرتگالی سفیر کی امریکی بیوی ہے جو اپنی رخصت ختم کر کے نیویارک میں اپنے سفارتی عہدے پر واپس جا رہا ہے ۔'' پہلے گارڈ نے اس طرح بتانا شروع کیا جیسے وہ اس کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہو۔

''تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟''

''مجھے اس کی خوب صورتی سے دلچسپی تھی اس لیے سب کچھ معلوم کر لیا۔'' پہلے نے صاف گوئی سے کام لیا۔

''ارے،مگر اس کی نبض!'' دوسرا مسز فرانے کی کلائی ٹٹولتے ہی اچھل پڑا۔

''کیا مر گئی؟'' پہلے نے عبرت ناک لہجہ میں زور سے کہا۔اور پھر وہ اس کا سارا بدن ٹٹولنے لگا۔

''ارے واقعئی ،یہ تو مر گئی ہے۔'' دوسرا اچھل پڑا۔''میں بلاتا ہوں اور آدمی ۔'' یہ کہہ کر اس نے وسل بجانی شروع کر دی،جس کے ساتھ ہی چاروں طرف سے دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دینے لگی۔

''اور یہ اس کے ہاتھ میں کیا ہے؟''ایک گارڈ نارچ کی روشنی میں اس کے ہاتھ سے کچھ نکالتے ہوئے کہنے لگا۔

''یا خدا،یہ ہے کیا معاملہ؟''وہ حیرت سے بولا۔

یہ ایک ربڑ کا چہرہ تھا،جس کی پیشانی کے ساتھ ساتھ نقلی بال بھی لگے ہوئے تھے۔اتنی دیر میں چاروں طرف سے گارڈ پولیس کے آدمی اور جہازی عملے کے کچھ لوگ بھی آ پہنچے۔

''کیا ہوا؟ کیا ہوا؟''اپنی نارچ کی تیز روشنی ڈالتا ہوا گارڈ پولیس کا پٹرولنگ آفیسر آگے بڑھا۔

''جناب،مسز فرانے کی لاش یہاں پڑی ہوئی ملی ہے اور اس کے ایک ہاتھ

میں یہ ربڑ کا چہرہ۔'' پہلے گارڈ نے بتایا

''ربڑ کا چہرہ؟ لاش؟'' کئی حیرت زدہ آوازیں ایک ساتھ اچھل پڑے۔

''آپ ہی دیکھ لیجیے۔'' اس نے وہ ربڑ کا چہرہ پٹرولنگ افسر کو تھما دیا۔ اور وہ اسے روشنی میں غور سے دیکھنے لگا۔

''یہ...، یہ چہرہ...'' وہ اٹکتے ہوئے بولا۔ ''یہ تو اس بوڑھے امریکی کی شکل ہے جو کیبن نمبر ۱۷...'' اور یہ کہتے کہتے اس کی آواز حلق میں اٹک گئی۔ اسے ویلفیئر اسکواڈ کے کپتان والا واقعہ یاد آ گیا۔

''تو کیا... کپتان نے جو کچھ کہا وہ سچ تھا؟'' وہ بڑبڑایا، اور مسز فرانے کی نبضیں ٹٹولنے لگا۔

''اس جگہ کوئی ڈیوٹی پر نہیں تھا؟'' اس نے کھڑے ہوئے اپنے آدمیوں سے پوچھا۔

''یہاں کارلو کی ڈیوٹی تھی، سر۔'' گارڈز میں سے ایک نے فوراً جواب دیا۔

''تو کہاں مر گیا وہ؟'' پٹرول آفیسر کو شاید غصہ آ گیا۔ ''ڈھونڈ وا سے۔'' اس نے حکم دیا۔ چناں چہ گارڈز فوراً ادھر ادھر منتشر ہو کر کارلو کی تلاش میں مصروف ہو گئے اور پٹرول آفیسر لاش کے سرہانے کھڑا رہا۔

''سر، یہ رہا کارلو۔'' ریفرشو کی چوبی عمارت کے دوسرے سرے سے کسی کی آواز آئی۔ کارلو اس کی چوبی دیوار کے موڑ پر اندھیرے میں بے ہوش پڑا تھا اور پھر دو گارڈز کارلو کو پیروں اور بازوؤں سے لمبا اٹھائے اس کے سامنے لے آئے۔

''کیا یہ بھی مر گیا؟'' پٹرول آفیسر نے پوچھا۔

''ابھی زندہ معلوم ہوتا ہے، سانس چل رہی ہے، اس لیے صرف بے ہوش ہے۔'' ایک آواز نے کہا۔

Akram Allahabadi

''اسے ہوش میں لاؤ۔''اس نے کہا۔مگر اس وقت تک ایک گارڈ جگ میں پانی لے آیا تھا۔کارلو کے منہ پر پانی چھڑکنے کے تھوڑی دیر بعد اسے ہوش آ گیا۔وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

''وہ...وہ کہاں گیا؟ وہ مردہ۔''وہ سہمے ہوئے لہجے میں گھیرے ہوئے گارڈز سے پوچھنے لگا۔

''کس کا ذکر کر رہے ہو تم؟''پٹرول آفیسر نے سوال کیا۔

''سر، وہ یا تو کسی کی روح تھی، یا بھوت۔میں ایک زنانی چیخ سن کر جیسے ہی پیچھے کی طرف دوڑا، وہ ادھر سے دوڑتی ہوئی آئی اور مجھ سے ٹکرا گئی...مگر...''

''مگر کیا؟''

''اس کی شکل دیکھتے ہی چکرا آ گیا۔مجھے نہیں معلوم پھر کیا ہوا۔وہ بڑی بھیانک تھی، سر۔اس نے کالے کپڑے پہن رکھے تھے مگر وہ صرف ہڈیوں کا پنجر تھا، سوائے دو چمکیلی زرد آنکھوں کے، جنہیں دیکھ کر آدمی کا پتہ پانی ہو جائے۔''گارڈ کارلو بتانے لگا۔

''تو...تو گویا...مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ہم بیسویں صدی میں رہتے ہیں۔''پٹرول آفیسر نے اپنے آپ کو جھڑک دیا۔

''ارے، لیکن وہ امریکی کسان؟''وہ پھر بڑبڑا اٹھا۔''اور یہ...یہ...؟''اس نے ربڑ کے اس چہرے کو پھر غور سے دیکھا۔''بخدا یہ وہی ہے، وہ کسان۔تو کیا وہ زندہ انسان نہیں تھا۔''پٹرول آفیسر بڑبڑاتا رہا اور سب حیرت و استعجاب سے ساکت کھڑے اس کے الفاظ سنتے رہے۔ان میں سے کچھ تو سرے سے اس کی باتیں سمجھ ہی نہیں رہے تھے اور جو سمجھ رہے تھے وہ خود بھی حیران تھے اس خیال پر۔

''یہ سب اسی طرح سارجنٹ کے پاس لے چلو۔''اس نے گارڈز کو حکم دیا۔اور فوراً مسز فرانے کی لاش اور ربڑ کے اس چہرے کو اٹھا کر گارڈز ریفرشو کے پیچھے سے

نکل کر ڈیک کے سرے پر گارڈ پولیس آفس کے پاس پہنچ کر رک گئے۔ اندر ایک کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ پٹرول آفیسر دروازہ پر دستک دے کر رک گیا۔ دروازہ فوراً ہی کھل گیا اور سارجنٹ باہر نکل آیا۔ گارڈ سب اٹینشن ہو گئے۔ پٹرول افسر نے سارا قصہ سارجنٹ سے بیان کر دیا تو وہ بھی حیرت میں رہ گیا۔

''ہمیں سب سے پہلے کیبن نمبر ۱۷ کی تلاشی لینی چاہیے۔'' وہ اسی وقت کمر کستے ہوئے بولا۔

اور چند منٹ بعد ہی وہ لوگ کیبن نمبر ۱۷ پر دستک دے رہے تھے۔ لیکن دروازہ نہیں کھلا، حتیٰ کہ پاس کے کیبنوں کے آدمی جاگ اٹھے۔

''ضرور کچھ دال میں کالا ہے؟'' ایک گارڈ بولا۔

''تم میں سے کوئی پچھلے روشندان سے اندر داخل ہونے کی کوشش کرو۔'' سارجنٹ نے انھیں مخاطب کیا۔ لیکن جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ ایک ایسی کیبن میں رات کے اندھیرے میں روشندان سے داخل ہونے کی کوشش کرے جس میں نہ جانے کس کی روح قیام پذیر ہے۔

''تم سب بزدل ہو۔'' سارجنٹ بگڑ گیا۔ ''میں خود اندر جاتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنا پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور دوسرے ہاتھ میں ٹارچ لیے کیبن کی پشت پر آ گیا۔ تین چار گارڈز اس کے پیچھے تھے۔ ریوالور اور ٹارچ پٹے میں لگا کر اس نے ایک جست کی اور دونوں ہاتھوں سے روشندان کو تھام کر اونچا اٹھنے لگا پھر وہ سر کے بل روشندان میں داخل ہو کر اندر لڑھک گیا۔ باہر کھڑے ہوئے گارڈز کے دل دھک سے رہ گئے۔ اندر سے یہ کیبن بالکل تاریک تھی۔

اور پھر لوگ صرف ایک دردناک چیخ سن کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ وہ ضرور سارجنٹ کی آواز تھی۔ خدا جانے کیا حشر ہوا تھا اس کا اس تاریک کمرے میں۔ لوگ اس

واقعہ سے اس قدر دہشت زدہ ہوئے کہ کوئی کیبن کے آس پاس بھی نہ ٹھہرا۔ اور اس ہڑبونگ میں دوسری کیبن کے مسافر بھی شاید کسی طوفان کے خطرے کے خیال سے کمروں سے باہر آ کر دریافت حال کے لیے ان کے پیچھے بھاگنے لگے۔ فوراً ہی جہاز کی تمام بجھی روشنیاں اور ایمرجنسی لائیٹس بھی آن کر دی گئیں اور ویلفیئر اسکواڈ کا کپتان معہ ساتھیوں کے باہر نکل آیا۔ وہ سب اسپیشل کوارٹر میں سو رہے تھے۔ لوگ حیران و پریشان ایک دوسرے کے چہروں کو تک رہے تھے اور ذرا سی دیر میں تمام جہاز پر جاگ اٹھنے والوں میں یہ سنسنی خیز خبر پھیل گئی کہ جہاز پر نہ جانے کس کی خوف ناک روح گھومتی پھر رہی ہے۔ جہاز کا کمانڈنٹ بھی آ چکا تھا اور تقریباً دو سو آدمیوں کا ایک پورا گروہ جب ہاتھوں میں ٹارچیں لیے پھر کیبن نمبر ۱۷ کے دروازے پر آیا تو دروازہ کھلا تھا۔ وہ سب کے سب اندر گھس پڑے، لیکن اس اندھیرے میں ٹارچ کی روشنی میں انھیں صرف سارجنٹ کی لاش ملی، اس کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔

جہاز کے کونے کونے پر پھیل جایئے اور اس پراسرار شخصیت کو کسی طرح بھی تلاش کر کے زندہ یا مردہ پکڑیئے ورنہ نہ جانے ابھی اور کیا کیا ہو جائے گا۔'' کمانڈنٹ نے گارڈز ویلفیئر اسکواڈ کے عملے اور مسافروں کو ایک ساتھ مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

وہ بلا چوں چرا دو دو، چار چار کے گروہوں میں بٹ کر ایک ایک کونہ ڈھونڈنے لگے، لیکن بے سود۔ پورے دو گھنٹوں تک یہ تلاش جاری رہی اور اس پراسرار وجود کا ہلکا سا سراغ بھی نہ مل سکا۔ سارجنٹ اور مسز فرانے کی لاشیں شپ سرجن کے پاس پہنچا دی گئیں۔ اور جہاز کے ہر گوشے میں پہرے لگا دیے گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆

جہاز پر پوسٹ مارٹم کا انتظام نہ تھا لیکن مسز فرانے کی لاش کا اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد ڈاکٹر نے یہی رائے دی کہ اس کی موت کسی نامعلوم دہشت سے واقع

ہوئی ہے۔ممکن ہے کوئی بہت خوف ناک منظر دیکھ کر حرکت قلب ساکت ہوگئی ہو، یا کوئی صدمہ۔لیکن صدمے کا سوال ہی نہیں تھا کیوں کہ اس پراسرار وجود کے وہاں پہنچنے کا ثبوت مل چکا تھا۔مسز فرانے ادیبہ بھی تھی، اس لیے اسے تازہ سمندری ہوا اور رات کے رومانی مناظر سے خاص انس تھا۔ممکن ہے وہ اسی لیے کیبن سے نکل کر ریفرشو کے پیچھے ٹہلتی چلی گئی ہو۔پرتگالی سفیر بہت غمگین نظر آرہا تھا۔شاید وہ اپنی بیوی کو بہت چاہتا تھا۔

پورٹس ماؤتھ پر پہنچنے سے پہلے ہی کیبل کے ذریعے بندرگاہ کی پولیس کو جہاز میں پیش آئے ہوئے حالات سے مطلع کردیا گیا تھا۔اس لیے سمندری کناروں پر پہلے ہی سے نگہداشت شروع ہوگئی تھی اور دور دور تک پولیس، کشتیوں میں بیٹھ کر اس پراسرار وجود کو تلاش کررہی تھی، جس کے بارے میں نیپچون والوں کی اکثریت کا خیال تھا کہ وہ کوئی بھٹکی ہوئی خوف ناک بدروح ہے، لیکن بہت سے آدمی جنھوں نے اسے نہ دیکھا تھا، ایسے بھی تھے جو اسے فیفیسی قرار دے کر اس پر یقین کرنے کو تیار نہ تھے۔ان میں ہی شپ کا کمانڈر بھی تھا۔سفری تجارتی جہازوں سے اب کپتان کا عہدہ نکال کر صرف فوجی اور سرکاری جہازوں تک ہی محدود کردیا گیا تھا۔اس لیے نجی سفری اور مال بردار جہازوں کے کپتان اب کمانڈر ہی کہلاتے تھے۔نیپچون کے کمانڈر نے ہی ساحلی پولیس کو مطلع کردیا تھا اور تب سے ہی وہ ساحلی سمندر میں گشت کررہی تھی۔جہاز کے گودی میں پہنچتے ہی ڈاک وال کو پولیس نے گھیر لیا اور لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے تمام مسافروں کو جہاز سے اتر آنے کی ہدایت کردی گئی۔مسافر یکے بعد دیگرے جہاز سے اتر آئے اور پولیس آفیسر اس کرین کی بھی نگرانی کررہا تھا جس کے ذریعے جہاز کے نچلے گڈس شیڈ سے پورٹس ماؤتھ پر اتارا جانے والا سامان نکالا جارہا تھا۔اچانک ایک بار سینکڑوں چیخیں ایک ساتھ نکل گئیں۔کرین نے جہاز سے جو ایک بڑی پیکنگ اٹھائی تھی وہ اسے تھام کر لٹکا ہوا تھا۔سیاہ لباس میں سر پر گھاس جیسے چھڑ ے بالوں والی مخلوق۔اس کے چہرے پر

صرف ہڈیاں دور سے نظر آ رہی تھیں۔ پلیٹ فارم پر کھڑے چند سپاہیوں نے اپنی اسٹین گنوں کا رخ اوپر کی طرف کر دیا، لیکن ڈیوٹی افسر نے انھیں ابھی گولی چلانے سے روک دیا۔ کرین جیسے ہی گھوم کر ڈاک وال کے اوپر آئی، لوگ چیخیں مار کر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔

''آپ لوگ ڈریئے نہیں۔ پولیس اسے قبضے میں کر لے گی۔'' لاؤڈ اسپیکر پر پورٹ اتھارٹی کے افسر کی آواز سنائی دی۔ لیکن کم از کم اس جہاز والوں کی دہشت میں اس سے کوئی کمی نہیں ہوئی۔ کرین ابھی جھٹکے بھی نہ پائی تھی کہ وہ اوپر سے کود پڑا۔ یہ جگہ ویئر شیڈ کے قریب تھی۔ اس کے کودتے ہی بھگدڑ مچ گئی۔ اور وہ بھی بے تحاشا مجمع کے پیچھے بھاگنے لگا۔ لیکن جیسے ہی وہ ایک ستون کے پاس رکا، ڈیوٹی افسر نے گولی چلانے کا حکم دے دیا۔ ایک ساتھ کئی اسٹین گنیں اس پر گولیاں اگلنے لگیں اور دھواں دھار میں ایسا معلوم ہوا جیسے اس کے پرخچے اڑ گئے ہوں گے، مگر چند سیکنڈ کے بعد ہی جب پھر لوگوں نے غور سے دیکھا تو وہ ششدر رہ گئے۔ اس کے لباس میں سوراخ ہی سوراخ ہو گئے تھے، لیکن اس کا کچھ نہ بگڑا تھا۔ یکا یک ایک کھنکتا ہوا قہقہہ اس کے کھلے ہوئے حلق سے، جس میں بڑے بڑے دانتوں اور خلاء کے سوا کچھ نہ تھا، نکل کر گونجنے لگا۔ اور لوگ اوپر تلے گرتے پڑتے ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ پولیس نے بڑی ہمت سے اس کے گرد گھیرا تو ڈال لیا، لیکن اب آگے بڑھنے کی ہمت کسی کو نہ ہوتی تھی۔ بالآخر ڈیوٹی افسر نے دلیری دکھائی۔ وہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔

''آپ ادھر نہ جایئے۔ نہ جانے وہ کیا بلا ہے۔ مردہ ہے کہ کوئی زندہ مخلوق۔ اس پر تو گولیاں بھی اثر نہیں کر رہی ہیں۔'' ڈیوٹی افسر کو اس کے اسسٹنٹ نے سمجھایا۔

''وہ کسی بھی دنیا کی مخلوق ہو، میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔'' ڈیوٹی افسر نے کہا اور اس کی طرف بڑھنے لگا۔

Akram Allahabadi

لیکن وہ پراسرار شخصیت اسی طرح کھڑی تھی ۔اس کی آنکھوں کے گڑھوں میں چمکتی ہوئی زرد روشنی نے ایک بار ڈیوٹی آفیسر کی ہمت کو بھی لرزا دیا ۔لیکن اتنے بہت سے آدمیوں کے سامنے اب آگے بڑھ کر پیچھے ہٹنے سے مرجانا ہی بہتر سمجھ کر اس نے اس کے قریب پہنچ کر اس پر حملہ کر دیا، مگر دوسرے لمحے ہی وہ خود نیچے تھا اور وہ عجیب الخلقت انسان سینے پر سوار اس کا گلا دبا رہا تھا ۔پھر ایک بار چاروں طرف سے اس پر گولیاں برسنے لگیں، لیکن اسے تو جیسے ان کی پرواہ بھی نہ تھی ۔وہ تھوڑی دیر بعد اٹھ کھڑا ہوا ۔شاید ڈیوٹی آفیسر کا دم نکل چکا تھا ۔یہ دیکھتے ہی لوگ گودی کی سمت بھاگنے لگے ۔عورتوں، بچوں اور کمزور دل والوں کی چیخوں نے ایک ہنگامہ سا برپا کر دیا اور ذرا سی دیر میں ڈاک وال پر سوائے پولیس کے چند آدمیوں کے اور کوئی نہ رہ گیا ۔یہ دیکھ کر اس نے ایک جست کی اور ویٹرز شیڈ میں کود گیا ۔وہ شیڈ کے دوسری طرف جا رہا تھا، مگر اس کا پیچھا کرنے کی ہمت کسی میں نہ تھی ۔یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا اور اس کے غائب ہو جانے کے چند منٹ بعد ہی سٹی پولیس آ پہنچی ۔اسے فون پر مطلع کر دیا گیا تھا ۔گودی کا چپہ چپہ چھانا جانے لگا ۔یہاں تک کہ پورٹ اور سٹی پولیس کے آدمی ایمرجنسی برج تک کے پانی میں بھی اسے تلاش کر چکے، لیکن خدا معلوم وہ کیا بلا تھی جو اچانک اس طرح غائب ہو گئی کہ پھر نظر نہ آئی ۔

جہاز کو یہاں چار گھنٹے ٹھہرنا تھا، لیکن پانچ گھنٹے ہو گئے اور جب اس کا کوئی پتہ نہ چلا تو مسافروں کو دوبارہ جہاز پر سوار ہونے کی اجازت دے دی گئی ۔

اس پراسرار وجود کی سنسنی خیز خبر گودی سے شہر تک پھیل گئی اور اسی شام کے اخباروں میں اس کے چرچے ہونے لگے ۔کوئی اسے پراسرار سمندری مخلوق کہتا، کوئی اسے بھوت سے تعبیر کرتا اور کوئی اسے 'مسٹری مین' کے عنوان سے لیے ہوئے تھا ۔شہر کے بہت سے شوقین تو دریافتِ حقیقت کے لیے بندرگاہ تک چلے آئے، لیکن صحیح طور پر کسی کو

کچھ نہ معلوم ہو سکا۔

☆☆☆☆☆☆☆

شام کے چار بجے نیپچون نے پورٹس ماؤتھ سے لنگر اٹھایا۔ مسافروں کو کافی نگہداشت و نگرانی کے ساتھ جہاز پر سوار کیا گیا تھا۔ پورٹس ماؤتھ سے سوار ہونے والے نئے مسافر تعداد میں ۲۷ تھے، جن میں سے ۹ عورتیں تھیں اور باقی مرد۔ یہ یا تو تاجر پیشہ تھے یا تفریح پسند سیاح۔ پولیس نے ان میں سے ایک ایک کو اچھی طرح جانچ لیا تھا۔ ان کے سامان وغیرہ کو بھی چیک کر لیا گیا تھا۔

لیکن جہاز کے بندرگاہ چھوڑ دینے کے بعد کسی کی نظر جہاز میں نیچے کی طرف بندھی ہوئی لائف بوٹ کے نیچے ہاتھ پاؤں سے چپک کر لٹکے ہوئے ایک سیاہ سے سائے پر نہ گئی اور جہاز اپنی رفتار تیز تر کرتا گیا۔ کون جانے وہ کس کی موت تھی۔ ایک بدروح یا ایک پراسرار وجود، بھیانک اور عجیب الہئیت۔

تیسرے دن جہاز پاناما میں داخل ہو گیا اور ساحلِ امریکہ کے نظاروں نے مسافروں میں ایک تازہ روح پھونک دی۔ جہاز پر پورٹس ماؤتھ کے بعد سے کوئی نئی یا عجیب بات یا کوئی حادثہ نہیں ہوا تھا، اس لیے جہاز والے یہ یقین کر چکے تھے کہ وہ پراسرار وجود وہیں کہیں روپوش رہ گیا ہے اور ان کے لیے یہی بڑی تسکین کی بات تھی کہ کم از کم ان کی جانیں تو محفوظ رہ گئیں۔

پورٹس ماؤتھ میں کیبل سے موصول ہونے والی نیپچون کی پراسرار وارداتوں کی اطلاع پورٹ پولیس کے ذریعے پریس میں اور خبر رساں ایجنسیوں کے ذریعے تمام دنیا میں پہنچ چکی تھی اور سوائے پورٹس ماؤتھ والوں اور نیپچون جہاز والوں کے باقی تقریباً

Akram Allahabadi

تمام ہی لوگ اسے ایک من گھڑت فینٹیسی یا دلچسپ افواہ سے تعبیر کر رہے تھے۔ اور امریکہ کے لوگ جو سرِ اچ جی ویلز کے اوٹو پیا اور امریکن فلموں کی فینٹیسیز کے دلدادہ ہو چکے تھے، نیپچون کی آمد کی خبر سنتے ہی بندرگاہ پر محض یہ جاننے کے لیے پہنچ گئے کہ آیا اخباروں میں جو اطلاعات شائع ہو چکی ہیں وہ کچھ حقیقت بھی رکھتی ہیں یا محض افواہیں تھیں۔ ان میں واشنگٹن پوسٹ اور نیویارک ٹائمز جیسے اخباروں کے مضافاتی رپورٹر بھی تھے۔ مسز فرانے کی لاش برف میں دبا کر یہاں تک لائی گئی تھی، لیکن جہاز کے افسروں نے اس بات کی اجازت نہ دی کہ اس لاش کی نمائش کی جائے، نہ ہی پرتگالی سفیر اس کے لیے تیار تھا۔ احتیاط کے طور پر یہاں بھی پورٹ پولیس کافی مستعد نظر آ رہی تھی اور جہاز سے اترنے والے مسافروں اور ان کے اسباب پر یہاں بھی نظر رکھی گئی۔ ایک مبہم سے شبہ کی تسکین کے لیے جہازی عملے اور گارڈ پولیس نے یہاں بھی جہاز کے تمام حصوں کی سرسری تلاشی لے ڈالی۔ جہازی عملے اور اترنے والے مسافروں کے منہ سے جہاز کے سمندر اور پورٹس ماؤتھ میں واقع ہونے والے ان حیرت ناک واقعات کے تصدیق سن کر یہاں کے لوگ بھی حیرت و تذبذب میں رہ گئے۔

شیڈول کے مطابق تیسرے دن سویرے نیپچون کو نیویارک کی بندرگاہ پہنچنا تھا۔ پاناما میں مسافروں کے ازسرِ نو ڈاکٹری معائنے کے بعد کچھ نئے مسافروں کو لے کر جہاز پھر چل پڑا۔ پاناما سے نیپچون، کنگسٹن پورٹ آف پرنس اور نورفک ہوتا ہوا امریکہ کی سب سے بڑے بندرگاہ نیویارک کے قریب پہنچ گیا۔

نیویارک کی پورٹ پولیس، ایف۔ بی۔ آئی۔ (فیڈرل بیورو آف انٹیلی جنس) کے آدمی بندرگاہ پر پہلے سے مستعد تھے۔ پرتگالی سفیر کے خیر مقدم کے لیے پرتگالی سفارت خانے کا عملہ اور بعض امورِ خارجہ کے امریکی حکام بھی بندرگاہ پر پہنچ چکے تھے، جب جہاز لنگر انداز ہوا۔ پراسرار حالات کی افواہوں کے پیشِ نظر یہاں پولیس نے غیر

ضروری پرائیوٹ وزیٹرز کو گودی تک نہیں آنے دیا تھا، لیکن اتنی عظیم بندرگاہ عملہ ہی کیا کم تھا۔ گودی میں کھڑے ہوئے لاتعداد جہازوں میں ایک نیپچون کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ دور سے ہی جہاز کے مسافر امریکہ کا مجسمہ آزادی دیکھ کر مسرت سے چلانے اور ہاتھ ہلانے لگے۔ نیویارک شہر کی اسکائی اسکریپر عمارتیں آسمان سے باتیں کر رہی تھی۔ ۲۵، ۲۵ منزلہ عمارتوں کی یہ بلندی دور سے ہی زمین کے سر پر نکلی ہوئی سینگوں کی طرح نظر آتی تھی۔ ارتقائے نسلِ انسانی کی عظمت کا نشان، دنیا کی عظیم ترین بندرگاہوں میں نمایاں حیثیت رکھنے والی اس عالمی شہرت کی بندرگاہ میں پڑے ہوئے ان گنت اور مختلف ٹنج (Tinge) کے جہاز چھوٹی چھوٹی کشتیوں کی طرح معلوم ہوتے تھے۔ نیپچون کو سفری جہازوں کی سترہ (۱۷) نمبر گودی پر لگایا گیا۔ سب سے پہلے مسافروں کی ہیلتھ رپورٹ، پورٹ کے محکمہ صحت کے افسروں کو پہنچائی گئی اور ڈاکٹروں کا ایک گروپ آکر ان کا سرسری معائنہ کر گیا۔ اس کے بعد پاسپورٹ چیکنگ کے ساتھ مسافر ڈاک وال پر لگائی گئی سیڑھیوں سے اترنے لگے۔ نیویارک پورٹ پولیس شاید مافوق الفطرت روایات میں زیادہ یقین نہیں رکھتی تھی، اس لیے اس نے نہ تو ان واقعات کی چھان بین کی نہ مسافروں کے اس سلسلے کے بیانات کو کوئی اہمیت دی، لیکن جہاز کے کمانڈر نے یہاں ایک بیان اور دیا۔ اس نے بتایا کہ کیبن نمبر ۱۷ کو مقفل کر دیا گیا تھا، مگر یہاں پہنچنے پر اس کا روشندان ٹوٹا ہوا ملا ہے اور اندر سے ایک سوٹ کیس بھی غائب ہے، جو اس پراسرار بوڑھے کسان کی ملکیت تھا اور جسے کمرے کے ساتھ ہی یہاں کی پولیس کے معائنے کے لیے مقفل کر دیا گیا تھا۔ پورٹ پولیس نے اس بیان پر کیبن نمبر ۱۷ کی پھر تلاشی لی، لیکن اسے پھر بھی ان آسیبی روایات سے زیادہ دلچسپی نہ تھی، اس لیے صرف ایک سرسری رپورٹ لکھ دی گئی۔

پورٹ پولیس کا ایک سارجنٹ جس وقت جہاز سے ایک کیبن کی تلاشی لے کر

نیچے اترا تو اس نے یوں ہی سرسری طور پر پاسپورٹ چیکنگ آفیسر سے اس کیبن اور اس کے حالات کا مذاق اڑانے والے انداز میں ذکر کیا۔

''مگر کیبن نمبر ۱۷ کا ایک بوڑھا مسافر تو ابھی چند منٹ پہلے ہی اتر کر گیا ہے۔''

''اتر کر گیا ہے؟'' سارجنٹ حیران رہ گیا۔

''مگر وہ لوگ تو کہتے ہیں کہ وہ کوئی بدروح تھی۔''

''ہونہہ، بکواس۔ ان میں سے کسی کو وہم ہو گیا ہو گا۔''

''وہ پورٹس ماؤتھ کے حالات کا بھی حوالہ دیتے ہیں۔ وہاں اس پراسرار وجود پر گولیاں بھی برسائی گئی تھیں، مگر اس کا بال بھی بیکا نہیں ہوا۔'' سارجنٹ نے بھی اب اس موضوع پر سنجیدگی اختیار کی۔

''ہم امریکی ایسی آسیبی روایات کو نہیں مانتے۔'' پاسپورٹ چیکنگ آفیسر نے اپنے کاندھے کو جھٹک کر کہا۔

''خیر، میں اس آدمی کو دیکھ کر خود ہی تصدیق کیے لیتا ہوں۔ کدھر گیا وہ؟'' سارجنٹ نے اس سے پوچھا۔

''گیٹ سے باہر جانے والے کے بارے میں، میں کیا بتا سکتا ہوں تمہیں؟ گیا ہو گا جہنم میں۔'' پاسپورٹ چیکنگ آفیسر جھنجھلا کر بولا۔

''میں اسے وہاں تک نہ چھوڑوں گا۔'' یہ کہتا ہوا سارجنٹ پلیٹ فارم سے باہر نکل آیا۔ اسے اس طرح کسی کی تلاش میں سرگرداں دیکھ کر دو پولیس مین اور اس کے قریب آ گئے۔

''ہمیں ایک ادھیڑ عمر کسان نما آدمی کی تلاش ہے، جو ابھی جہاز سے اترا ہے۔''

Akram Allahabadi

''یہ نیویارک کی بندرگاہ ہے، سارجنٹ۔ ایک آدمی پر نظر رکھے بغیر اتنی آسانی سے تلاش نہیں کیا جا سکتا۔'' ایک سفید پوش آفیسر نے پیچھے سے سارجنٹ کو ٹوک دیا۔

''ہیلو ایمرے، تم یہاں؟'' سارجنٹ اس کی طرف پلٹ پڑا۔

''دور سے، دور سے، میں ڈیوٹی پر ہوں۔'' ایمرے نے اسے ٹوک دیا۔

''کیا اس آدمی کا حلیہ تمہارے پاس ہے؟'' اس نے دور ہی سے پوچھا۔

''جہاز کے کپتان نے بتایا ہے کہ اس کے سر کے بال الجھے ہوئے اور کھچڑی ہیں۔ وہ دبلا پتلا آدمی ہے اور گفتگو میں منمناتا ہے۔'' اس نے بتایا۔

''نارتھ والے گیٹ کو فوراً اطلاع کر دو۔ اس وقت نمبر ۷ اگودی کا ایکرٹ وہی ہے۔'' ایمرے بولا۔

''لیکن اگر وہ مشکوک شخصیت ہے تو کیا وہ سیدھے راستے سے جائے گا۔؟'' سارجنٹ نے پوچھا۔

''زیادہ تر مشکوک لوگ سیدھے راستے سے ہی جاتے ہیں تاکہ کسی کو ان پر شک نہ ہو۔'' ایمرے نے اسے بتایا۔ اور سارجنٹ ٹریفک روم کی طرف دوڑ پڑا۔

نارتھ گیٹ نے اطلاع پاتے ہی گزرنے والے مسافروں کی چیکنگ شروع کر دی۔ ان میں وہ شہری بھی تھے جو اپنے دوستوں یا عزیزوں کو لینے آئے تھے۔ اس وجہ سے کہ کہیں وہ مشتبہ پراسرار شخصیت کسی صورت فرار نہ ہو جائے، اس نگرانی کو صیغۂ راز میں رکھا گیا۔ لوگ حیران تھے کہ خلافِ معمول پولیس ایک ایک کو اس طرح گھور کیوں رہی ہے۔

نئے کیو میں آنے والا پانچواں آدمی دبلا پتلا تھا، اس نے ہاتھ میں ایک سوٹ کیس لٹکا رکھا تھا، لیکن اس کا چہرہ ڈاڑھی مونچھوں سے صاف تھا۔ دروازے پر کھڑا ہوا

ایف بی آئی کا ایک آدمی اس کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے چونک پڑا۔

''بڑھاپے میں چہرے پر یہ چمک نہیں ہوتی، میگی۔'' وہ اپنے ساتھی کو متوجہ کرتے ہوئے بولا۔

''مگر ہم جسے تلاش کر رہے ہیں اس کے چہرے پر ڈاڑھی مونچھیں ہیں۔''

''ہوسکتا ہے کہ وہ بھی نقلی ہوں، جیسا کہ جہاز کے رات والے حادثے میں سمجھا گیا تھا۔'' پہلے نے جواب دیا۔

''بال تو کھچڑی ہیں اس کے۔چلو آؤ گھیر کر دیکھیں۔'' یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا۔ وہ آدمی اب دروازے سے باہر نکل کر سڑک کے چوڑے فٹ پاتھ پر آگیا تھا کہ دائیں بائیں سے ان دونوں نے جا کر اسے گھیر لیا اور اسے عجیب سی خطرناک نظروں گھورنے لگے۔وہ گھبرا سا گیا۔

''موسیو، آپ کا پاسپورٹ۔'' ان میں سے ایک نے پوچھا۔

''پاسپورٹ؟'' وہ ایک ہاتھ سے جیب ٹٹولتے ہوئے بولا۔''ذرا میرا سوٹ کیس تھامیے۔'' اس نے مغربی انگریزی لہجے میں کہا اور ان میں سے ایک نے اس کا سوٹ کیس تھام لیا۔اب اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی جیب میں ڈال لیے۔

''او ہاں، یہ رہا، یہ رہا۔'' کہہ کر اس نے جیب سے پاسپورٹ بک نکال کر کھولی۔وہ دونوں اس پر چپکے ہوئے شناختی فوٹو کو دیکھنے کے لیے جیسے ہی جھکے، اس آدمی نے اپنی انگلیاں سکیڑ لیں، ایک مٹیالے رنگ کا دھواں بھپکا لے کر اس کی انگلیوں کی جڑوں سے اڑا اور ان دونوں ایف بی آئی والوں کے سر تن گئے۔پہلے انھیں ایک ساتھ چھینکیں آئیں اور پھر وہ لڑکھڑاتے ہوئے وہیں گر پڑے، مگر گرتے گرتے ان میں سے ایک کا ہاتھ چین میں لٹکی ہوئی اپنی وسل پر چلا گیا اور اس نے منہ میں اسے لگا کر سیٹی بجا دی، جو بے ہوشی کے طاری ہونے تک مدھم سی بج کر رہ گئی۔پھر بھی گیٹ پر کھڑے

Akram Allahabadi

ہوئے پولیس والوں اور فٹ پاتھ کے اس پار موجود گشتی پولیس کے آدمیوں نے سن لی۔ وہ دوڑ پڑے۔ وہ پراسرار آدمی اپنا سوٹ کیس بے ہوش آدمی کے ہاتھ سے لے کر اس بھیڑ کی طرف بھاگا، جو چند قدم آگے سڑک کے نیچے سے پار کرنے والے انڈر گراؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔ یہ دیکھ کر دوسری طرف کے پولیس مین، برج کے دوسری طرف کے دہانے کی طرف دوڑ پڑے اور گیٹ کی طرف سے آنے والے پولیس کانسٹیبلوں نے پستول سے اس پر فائرنگ شروع کر دی۔ لیکن وہ حیران رہ گئے کہ نشانہ صحیح ہوتے ہوئے بھی یا اس پر ایک گولی بھی نہیں لگی اور لگی بھی تو اس پر اثر نہیں ہوا۔

''کیا یہ واقعی بھوت ہے؟'' بھاگتے بھاگتے ان میں سے ایک نے کہا۔

''ہم پھر بھی نہ چھوڑیں گے۔'' دوسرا اپنی دوڑ تیز کرتے ہوئے بولا۔

مگر تب تک وہ زمین دوز ریل میں داخل ہو چکا تھا۔ اور اندر بہت دھم دھسا تھی۔ ایک پولیس مین نے عقل مندی سے کام لیتے ہوئے ریل کے داخلی دروازے کے قریب کی چوکی پر فون اٹھا کر دوسری طرف کی پولیس کو مطلع کر دیا کہ ریل کے دروازے بند کر کے اس آدمی کو تلاش کیا جائے۔

چنانچہ دونوں طرف سے زمین دوز برج کے دروازے بند ہو گئے اور اندر کے راہ گیر اس ناگہانی آفت سے ہراساں ہو گئے۔ بعد میں دوسری طرف سے ایک ایک آدمی کو نکلنے کی ہدایت کی گئی۔

سب کے آخر میں وہ اکیلا رہ گیا۔

''کون ہو تم؟'' ایک پولیس آفیسر نے اس سے ڈانٹ کر پوچھا۔

''میں۔'' وہ کھنکتا ہوا قہقہہ مار کر ہنسا اور ساتھ ہی اس نے اپنے دونوں کانوں کو ہاتھ لگا کر اپنا چہرہ اکھاڑ لیا۔

ایک ساتھ کئی چیخیں نکل گئیں اسے دیکھ کر۔ وہ وہی پراسرار مخلوق تھی، جس کی

رپورٹ نیپچون کے ہنگاموں سے ملی تھی۔ وہی خوف ناک وجود جو صرف ہڈیوں پر مشتمل تھا۔ اس نے اسی پر اکتفا نہ کی، اس نے اپنے سینے کے بٹن بھی کھول دیے اور اس صرف ہڈیوں کے متحرک انسانی پنجر کو دیکھ کر چند پولیس والے بھاگ کھڑے ہوئے اور دوسروں نے دہشت کے عالم میں اس پر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ پل کے اندرونی حصہ بارودی دھوئیں سے بھر گیا، لیکن وہ بدستور قہقہے لگاتا رہا۔ اس کا لباس تارتار ہو کر زمین پر گر پڑا، لیکن اسے سرتاپا ایک زندہ ڈھانچہ دیکھ کر پولیس کے رہے سہے ہوش بھی ختم ہو گئے، دو ایک کمزور دل کے پولیس مین تو بے ہوش ہو کر گر پڑے، باقی دروازوں کی طرف بھاگنے لگے۔

''جاتے کہاں ہو، میرے امریکی دوستو!'' وہ اپنی خوف ناک آواز میں بولا اور ساتھ ہی اس نے اپنے تارتار کوٹ کی جیب میں سے ایک فولادی ڈبیہ نکال کر اس میں رکھے ہوئے کبوتر کے انڈے کے برابر دو گولیاں نکالتے ہوئے برج میں دونوں سمت پھینک دیں۔ یہ گولیاں زمین پر گرتے ہی دھماکوں کے ساتھ پھٹ گئیں اور اس سے اس قدر دھواں نکلا کہ اس نے پورے برج کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ برج میں موجود پولیس مین سب ہی بے ہوش ہو کر فرش پر لڑھک گئے اور باہر والوں کو کچھ نظر ہی نہ آسکا۔

تقریباً دو منٹ بعد ایک سیاہ وردی والا کانسٹیبل لڑکھڑاتا ہوا اس پار کے دروازے سے باہر نکلا۔

''اندر...، اندر سب بے ہوش پڑے ہیں، ان کی خبر لو۔'' اس نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

چنانچہ یہاں موجود پولیس والے اسے چھوڑ کر دروازے کے اندر گھس گئے۔ اندر دھوئیں کی گھٹن اب تک موجود تھی، اس لیے وہ زیادہ اندر نہ جاسکے۔ جو کانسٹیبل اندر سے نکلا تھا، وہ اسی کیفیت میں اس فٹ پاتھ کو کراس کرتا ہوا کنارے کی ایک بلڈنگ میں

داخل ہوا اور راہگیروں نے اس کی طرف توجہ بھی نہ کی۔

سب سے قریب فائر اسٹیشن کو اطلاع ملتے ہی گاڑیاں دوڑ پڑیں۔ دھوئیں کو بڑے بڑے ہوز کے ٹیوب لگا کر کھینچا گیا اور جس وقت وہ لوگ اپنے چہروں پر گیس کے اثر سے محفوظ رکھنے والے نقاب چڑھائے ہوئے اندر داخل ہوئے تو بے ہوش پولیس والوں میں سے تین کا دم گھٹ چکا تھا۔ ان سب کو فوراً ہی اسٹریچروں پر باہر نکالا گیا اور برج کو دونوں طرف سے عارضی طور پر بند کر دیا گیا، لیکن حیرت ناک بات یہ تھی کہ ان میں سے ایک کانسٹیبل ننگا تھا۔ اس کے بدن کے کپڑے، اس کی وردی غائب تھی۔

''اس کا نمبر کیا تھا؟'' باہر آ کر بے ہوش سپاہیوں میں سے ہوش میں آنے والے ایک کانسٹیبل سے ایک سارجنٹ نے پوچھا۔

''نمبر ۶۷۔'' وہ لڑکھڑائی زبان میں بولا۔

''نمبر ۶۷۔'' سارجنٹ نے حیرت سے دہرایا۔ ''تو پھر وہ نکل گیا۔''

''کون؟'' اس کے پاس کھڑے ہوئے ایک دوسرے پولیس آفیسر نے پوچھا۔

''وہی پراسرار وجود، جس نے یہ اندھیر مچایا ہے۔'' سارجنٹ نے چاروں طرف نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔

''میں نے دیکھا تھا، وہ اسی نمبر کی وردی پہنے ہوئے تھا۔''

''اف، پھر اب؟''

''اسی وقت آل الرٹ کال ہونا چاہیے، ورنہ پتہ نہیں اور کیا گڑبڑ کرے وہ۔'' سارجنٹ نے فکرمند ہوتے ہوئے کہا۔

''ان لوگوں کو ہسپتال پہنچاؤ۔'' اس نے ایک ہیڈ کانسٹیبل کو حکم دیا اور خود کچھ دور پر سڑک کے کنارے بنے ہوئے پبلک ٹیلی فون بوتھ میں گھس گیا۔

Akram Allahabadi

☆☆☆☆☆☆☆

نیویارک سٹی پورٹ ایریا پولیس ہیڈ کوارٹرز کو اطلاع ملتے ہی وائرلیس پر تمام پولیس اسٹیشنوں کو آل الرٹ کال نشر کیے جانے لگے اور ذرا سی دیر میں تمام شہر میں سیاہ وردی والے پولیس افسروں اور پولیس اسٹاف کا جال پھیل گیا۔ وہ بلڈنگ بلڈنگ، گلی گلی، اس نامعلوم اور پراسرار انسان کو تلاش کر رہے تھے اور پولیس کی گاڑیاں اپنے مخصوص ہارن بجاتی ہوئی شہر کے مختلف علاقوں میں سرِ راہ گزر راہ گیروں میں ایک انجانے اور خوف ناک مہمان کو تلاش کرتی پھر رہی تھیں۔ موٹر سائیکلوں پر پولیس دور دور تک گشت کرنے لگی تھی اور اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ نیویارک کا محکمہ پولیس کس قدر بیدار اور منظم ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

''یہ امریکہ والے بھی لاجواب ہیں۔'' بالے ٹائمز آف انڈیا میں شائع شدہ ایک خبر کے گرد پینسل سے چوکھٹہ بناتے ہوئے بولا۔

''کیوں؟ کیا خاص بات ہوئی ہے؟'' سپرنٹنڈنٹ خان نے ایک مرڈر کیس کے کاغذات پر نظریں جماتے ہوئے پوچھا۔ اس وقت وہ اپنے بنگلے پر ہی صبح کے ناشتے سے فارغ ہو کر بیٹھا تھا۔ دیوار گیر کلاک ساڑھے آٹھ (۸۔۳۰) بجا رہا تھا اور اسے گھر سے باہر نکلنے میں ابھی ڈیڑھ گھنٹے کی دیر تھی۔

''ہوں، خاص بات کیا ہوگی، بس کوئی نیا خبط ہے۔ بے چارہ ایچ جی ویلز، اوٹو پیا پر کتابیں لکھ کر مر گیا کہ روز نئے نئے لطیفے ہی چھوڑے جاتے رہتے ہیں۔''

''آخر کچھ بکو گے بھی۔''

''لیجیے، ارشاد فرماتا ہوں کہ امریکہ پہنچنے والے ایک نیپچون نامی جہاز پر سے

ایک ایسی عجیب وغریب مخلوق نیویارک میں اتری کہ اس نے ہنگامہ برپا کردیا۔'' بالے نے بتایا۔

''ہشت، کسی خبر رساں ایجنسی کا بنڈل ہوگا۔'' خان یہ کہہ کر پھر ان کاغذات میں کھو گیا۔

''اور سنیے، فرماتے ہیں کہ وہ پراسرار طاقت کا مالک محض ہڈیوں کا ایک انسانی ڈھانچہ تھا جس نے نقلی چہرہ لگا کر دستانے، کپڑے اور جوتے پہن رکھے تھے۔'' بالے مزے لے کر پڑھنے لگا۔

''کیا کہا؟ محض ہڈیوں کا انسانی ڈھانچہ۔'' خان ایک دم چونک پڑا۔

''ہاں، تو کیا ہوا۔'' بالے لاپرواہی سے بولا۔ ''اس پر تو نیویارک پولیس کی گولیوں نے بھی اثر نہیں کیا۔ پورٹ میں اس نے دو آدمی مار ڈالے، ایک میم صاحب کا جہاز میں اسے دیکھتے ہی ہارٹ فیل ہوگیا، وغیرہ وغیرہ۔''

''جانتے ہو، بیٹے، وہ کون ہے؟''

''کون؟''

''مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اتنے بڑے چغد ہو جو سلازار کو نہ پہچان سکو۔''

''سلازار؟'' بالے آنکھیں پھاڑ کر صوفے سے لڑھک گیا۔

''کیوں، کیا موت آگئی؟''

''مگر وہ تو تبت میں لاما کے اندھے کنوئیں میں مر چکا تھا۔'' بالے نے پھر سیٹ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''وہ مرا نہیں، وہ یقیناً ہم لوگوں کو پہنچنے سے پہلے نکل گیا تھا اور ہم سمجھے کہ اسے ختم کردیا گیا۔ یہ پراسرار شخصیت اس کے سوا دوسری نہیں ہوسکتی۔ اس دنیا میں اب دوسرا سلازار نہیں پیدا ہوسکتا۔'' خان نے یقینی طور پر کہا۔

Akram Allahabadi

''کیسے نہیں، ایک میں پیدا کرسکتا ہوں۔'' بالے اکڑ گیا۔

''کیا؟'' خان نے اس کے چہرے پر نظریں جما کر پوچھا۔

''گھورتے کیا ہیں، آپ۔ یہ لیجیے یہ دوسرا سلازار۔'' یہ کہہ کر بالے نے میز پر پڑے ہوئے ایک پیڈ پر پنسل سے ایک ہڈیوں کے ڈھانچے کی تصویر بنا کر اس پر سلازار نمبر ۲ لکھتے ہوئے سپرنٹنڈنٹ خان کے سامنے پیش کر دیا۔

''جی چاہتا ہے تمہاری اس کوشش کے عوض تمہیں ایک ہاتھ انعام میں دیا جائے۔''

''تو میرے پاس تین ہو جائیں گے۔''

''یہ تو واقعی بڑی عجیب بات ہوگئی۔ واقعی کہ وہ کمبخت اب تک زندہ ہے۔'' خان پھر سلازار کے بارے میں سوچنے لگا۔

''قبلہ، وہ پرمانٹ ہو چکا ہے۔''

''تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا کام ابھی ختم نہیں ہوا۔''

''جی کیا فرمایا آپ نے؟''

''یہی کہ ہمیں پھر اس کا پیچھا کرنا پڑے گا۔'' خان بولا۔

''مگر جناب سی آئی ڈی ڈپارٹمنٹ کے اعلیٰ حضرت، امریکہ ہمارے ملک کے کسی جزیرے کا نام نہیں ہے جو آپ کے ہاتھ وہاں تک پھیل جائیں گے۔''

''میں خصوصی اجازت نامہ حاصل کرلوں گا۔ امریکن فیڈرل بیورو آف انٹیلی جینس میں سائنٹیفیک طریقِ تفتیش کے مطالعے کے بہانے۔''

''لیکن وہاں بھی آپ یہاں جیسے اختیارات تھوڑی استعمال کرسکیں گے۔''

''ہم ان لوگوں کی مدد تو کریں گے۔ وہ یقیناً اس پراسرار وجود کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔'' خان نے کہا۔

Akram Allahabadi

''تو بسم اللہ، خادم کو وہاں کا مقدس جنگل دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ سنا ہے بس خدا کی قدرت یاد آجاتی ہے۔ وہ وہ چوکھٹے دیکھنے میں آتے ہیں۔'' بالے کے منہ میں جیسے پانی آنے لگا۔

''شاید تم ہالی ووڈ کا ذکر کر رہے ہو۔'' خان مسکرایا۔

''ٹھیک ترجمہ کیا ہے آپ نے۔'' بالے نے کسی ٹیچر کی طرح انگلی کے اشارے سے جواب دیا۔ ''اور مجھے نیاگرا بھی دیکھنا ہے وہاں کا۔''

''وہ لوگ سمجھیں گے کوئی دیہاتی آگیا ہندوستان سے۔''

''یہ اپنی اپنی سمجھ کا پھیر ہے۔''

''اچھا تم اب اس خبر کی کٹنگ نکال کر مجھے دے دو اور جاؤ اپنا کام کرو۔''

''اپنا کام، اپنا کام تو بس ایک ہے اس دنیا میں۔'' بالے نے اخبار سے وہ خبر کاٹتے ہوئے کہا۔

''عشق کرو اور جوتے کھاؤ۔'' خان نے اس کا جملہ خود مکمل کر دیا۔

''جی نہیں، عشق کرو اور عیش لڑاؤ۔''

''خیر، لیکن اس پروگرام کا ذکر کسی سے کرنے کی ضرورت نہیں۔''

''کیا آپ ان لاوارث اولادوں کو ساتھ نہ لیں گے۔''

''یہ ابھی طے نہیں کیا ہے، لیکن اگر سرکاری طور پر مجھے اس کی اجازت مل گئی کہ کم از کم دو اسسٹنٹ ساتھ لے جاؤں تو ایک کا خرچ میں برداشت کرلوں گا۔''

''تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اسرار اور ابراہیم دونوں ہی چلیں گے۔''

''خیال تو ایسا ہی ہے۔''

''نہ جانے کیوں آپ اس گھامڑ کو اتنی لفٹ دیتے ہیں۔''

''وہ تم سے زیادہ وفادار ساتھی ہے میرا اور تم جیسے چھوکروں کو تو اس نے

پڑھایا ہے۔''خان نے کہا۔

''میری بتیس وتیس چار ہے۔''

''یعنی اعشاریہ آٹھ۔''

''وہ لیجیے،آپ کے برخوردار لوگ بھی آ گئے۔''

وہ اسرار کو دروازے سے داخل ہوتے دیکھ کر بولا۔اسرار کے پیچھے ابراہیم اور رؤف تھے۔

''بالے صاحب کا وارنٹ گرفتاری جاری ہوا ہے۔''رؤف نے خان کو سلام کر کے سنجیدگی سے کہا۔

''وہ کیوں؟''خان نے مسکرا کر پوچھا۔

''ایک لڑکی نے ان پر نان نفقے کا دعویٰ کیا ہے۔''رؤف نے بتایا۔

''اے مسٹر مگرمونچھ، میں ہتک عزت کا دعویٰ کردوں گا۔''

''میں نے تو پوری پوری رپورٹ بتادی، آپ جانیے اور آپ کا کام۔''رؤف نے سنجیدگی برقرار رکھی۔

''کیوں، بالے، یہ حرکتیں؟''خان نے اسے گھورا۔

''میں آپ سے تمام نوجوان لڑکیوں کی سات پشتوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ بڑمچھا جھوٹ بول رہا ہے۔''بالے بھڑک اٹھا۔

''مجھے کیا پڑی ہے جھوٹ بولنے کی، کیا ہوگا کسی نے تمہیں پھنسانے کے لیے۔''رؤف نے اب بھی سنجیدگی برقرار رکھی۔

''سنا تو میں نے بھی ہے۔''اسرار نے تائید کی۔

''آپ لوگوں کی ہمدردیوں کا بہت بہت شکریہ۔آپ مفت میں کیوں دبلے ہورہے ہیں۔''بالے نے منہ بنا کر جواب دیا۔

Akram Allahabadi

''تم لوگ تیاریاں شروع کرو، میں آج ہی سلازار کا کیس نکال کر گورنمنٹ سے اجازت طلب کرتا ہوں۔'' خان نے انھیں ہدایت کی۔ اور پھر وہ دوسرے معاملات پر گفتگو کرنے لگے۔

☆☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

قیدی

کیلیفورنیا یونیورسٹی کا کیمیاوی تحقیق کے شعبہ انچارج کا سائنس دان پروفیسر برنارڈ اپنی فائل بغل میں دبائے یونیورسٹی کے احاطے میں شیڈ میں کھڑی ہوئی کار میں بیٹھ گیا۔ وہ بھاری بھرکم سنجیدہ قسم کا آدمی تھا۔ اس کا چہرہ رعب دار، آنکھیں ذرا سی چھوٹی اور چمکیلی اور مونچھیں سنہری تھیں۔ وہ گھٹنوں سے ذرا اونچا کوٹ پہننے کا عادی تھا۔

''ٹھہرو، پروفیسر، میں بھی آتا ہوں۔'' لان کی طرف سے آواز آئی۔ پروفیسر نے ڈرائیور کو کار روکے رہنے کا اشارہ کیا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ آنے والا ڈاکٹر البرٹ تھا۔ وہ پروفیسر کا گہرا دوست اور پرانا ساتھی تھا۔ اس کے قریب آتے ہی پروفیسر نے کار کا دروازہ کھول دیا اور وہ دھم سے اندر گر گیا۔

''آج میں نے بہت محنت کی ہے، تھک گیا ہوں بالکل۔'' وہ ذرا پھیل کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''کیوں، کیا ہل جوت رہے تھے؟'' پروفیسر نے پوچھا۔

''تبدیل ہیئت کی ایک تھیوری پر تجربہ کر رہا تھا۔'' ڈاکٹر نے جواب دیا۔

''تم اپنی تھیوریز کو رکھو اپنی جیب میں، وہ ہمیں اگر اس فارمولے کا ذرا سا اشارہ بھی بتا دے تو ہم ساری دنیا کو حیرت میں ڈال دیں۔'' پروفیسر نے کہا۔

''وہ کہتا کیا ہے؟''

''کم بخت کسی طرح راضی نہیں ہوتا۔ نہ کسی لالچ سے پگھلتا ہے نہ کسی دھمکی سے۔ میں نے تو اسے برین کنٹرول ریز کے تجربے میں لا کر بھی دیکھ لیا۔ اس پر اس کا بھی کوئی اثر نہیں۔ ہپناٹائز کرنے کی کوشش بھی ناکام رہی۔'' پروفیسر نے بتایا۔

Akram Allahabadi

''ایک اور بھی صورت ہے اس کی۔'' ڈاکٹر البرٹ نے کہا۔

''وہ کیا؟''

''دوسری جنگِ عظیم کے دنوں میں جب میں ایر ریٹر وارڈز میں بھرتی ہوگیا تھا، اس وقت مشتبہ جاسوسوں کو پکڑ کر میرے سامنے ان پر تھرڈ ڈگری استعمال کی جاتی تھی۔'' ڈاکٹر نے کہا۔ ''اور وہ قبولنے پر مجبور ہوجاتے تھے۔''

''تھرڈ ڈگری کی ابلا ہے؟''

''چلو میں خود دکھاتا ہوں تمہیں۔ اس کا باپ بھی بتائے گا پھر۔'' ڈاکٹر نے کسی پولیس انسپکٹر کی طرح لہجے میں کرختگی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

''ان کی کار اب مڈلٹن ہائی وے ۸۷ پر دوڑ رہی تھی۔ وہ مضافاتی علاقے کی طرف جارہے تھے۔ سبز گھاس سے لدے ہوئے دوطرفہ چھوٹے چھوٹے ٹیلوں اور کہیں کہیں چٹانوں کے کٹاؤ کے بیچ میں سانپ کی طرح بل کھائی ہوئی یہ چوڑی سڑک پختہ اونچائی کی طرف دوڑتی گئی تھی۔

گاڑی آگے جاکر ایک پہاڑی موڑ پر پیدا ہونے والے سہ راہے سے ایک مضافاتی کچی سڑک پر گھوم گھوم گئی۔ اس طرف کوئی آبادی نہیں تھی، صرف سڑک کے دونوں سمت کہیں کہیں اونچی گول چٹانیں تھیں یا پھر زمین کے سینے کے اوپر کوہان کی طرح نکلے ہوئے وہ ٹیلے جن پر خودرو جنگلی جھاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ کہیں کہیں سایہ دار درخت بھی تھے۔ ان کی گاڑی ان کے درمیان سے گزرتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ ایک ایسے کھلے موڑ پر پہنچ گئی، جہاں دائیں سمت گھوم کر ایک بڑی سی چٹان کے پیچھے ایک پرانا لیکن صاف اور اچھی ساخت کا بنگلہ نظر آرہا تھا۔ اسے تین طرف سے درختوں نے گھیر رکھا تھا۔ مضافاتی الیکٹرک پولز کے تار اس کی دیوار کو چھوتے ہوئے گزر رہے تھے۔

ان کی کار بنگلے کے نزدیک ایک درخت کے سائے میں رک گئی اور وہ دونوں

گاڑی سے اتر کر اندر داخل ہو گئے۔

''کدھر ہے وہ آدمی؟'' ڈاکٹر نے بڑے کمرے میں آتے ہوئے پروفیسر سے پوچھا۔

''دو منٹ دم لو، پہلے چائے پی لیں۔'' پروفیسر نے اپنا کوٹ اتار کر نوکر کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

اتنے میں پاس والے کمرے سے تین آدمی اور نکل آئے۔ ان میں سے ایک کی آنکھوں پر عینک تھی، دو پستہ قد اور چھوٹی آنکھوں والے تھے۔''

''کہو، جیکسن، کچھ کامیابی ہوئی؟'' پروفیسر نے چشمے والے آدمی سے پوچھا۔

''بلا کا ضدی ہے۔ کہتا ہے تم لوگ برے آدمی ہو۔ تمہیں ایک لفظ نہ بتاؤں گا۔'' وہ بولا۔

''وہ تو کیا، اس کا باپ بھی بتائے گا۔'' ڈاکٹر پھر شیر ہو گیا۔

''خیر خیر، لو پہلے چائے پیو۔'' پروفیسر نے سامنے لا کر رکھی گئی چائے کی ٹرے میں سے ایک پیالی اپنے لیے بناتے ہوئے اس سے کہا۔

چائے پینے کے پانچ منٹ بعد وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

''چلو، جیکسن۔'' پروفیسر نے ساتھی کو اشارہ کیا۔ اور وہ آگے پیچھے اوپر کی سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ سیڑھیاں طے کر کے اوپری منزل پر پہلے ایک بڑا کمرہ پڑتا تھا، جس کے اندر دو دروازے تھے ان میں سے ایک پر تالا پڑا ہوا تھا۔ پروفیسر نے جیسے ہی تالا اوپر کو اٹھایا، اندر کہیں باریک سی گھنٹی بجنے لگی اور دروازہ بجائے باہر سے کھلنے کے اندر کی طرف کھل گیا۔ وہ یکے بعد دیگرے اندر داخل ہو گئے۔ یہاں ایک چھوٹی سی میز کے گرد دو آدمی بیٹھے تھے، جو حلیے سے سخت گیر بدمعاش قسم کے آدمی معلوم ہوتے تھے۔ وہ دونوں پروفیسر اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

Akram Allahabadi

''دروازہ کھولو۔'' پروفیسر نے حکم دیا۔ اوران میں سے ایک جیب سے ایک چمک دار چابی نکالتے ہوئے ایک بند دروازے کی طرف بڑھا، جس پر باہر ہندوستانی طرز کا ایک موٹا سا قفل لگا ہوا تھا۔ اس نے قفل کھول دیا۔ اور دروازہ کھول کر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ سب کے سب اندر داخل ہو گئے۔

یہ اندر سے اوسط درجے کا آراستہ کمرہ تھا، جس میں ایک پلنگ، ایک میز، چند کرسیوں کے علاوہ ایک الماری اور ایک صوفہ پڑا ہوا تھا۔ کمرے میں ایک کم پاور کے بلب کی مدھم روشنی ہو رہی تھی۔ اور اس صوفے پر ایک آدمی بیٹھا تھا جس کا بغیر بال کا سر دور سے چمک رہا تھا۔ کمرے کا دروازہ کھلتا دیکھ کر اس نے سر اٹھا کر ایک نظر ان لوگوں کی طرف دیکھا اور پھر سر جھکا لیا۔

''ہیلو مسٹر لاما۔'' پروفیسر اس کی طرف مخاطب ہوا۔ وہ اس کے قریب پہنچ کر گھیرا ڈال کر کھڑے ہو گئے تھے۔

''تم اب بھی بتا دو تو ہم تم کو دنیا بھر کا آرام دیں گے۔'' پروفیسر نے علیحدہ علیحدہ انگریزی کے الفاظ بولتے ہوئے کہا۔ لیکن لاما نے اس کی بات کا جواب نہ دیا۔

''یہ یوں نہیں بتائے گا، پروفیسر۔'' ڈاکٹر لاما کے سر کی طرف آتے ہوئے بولا۔ ''دیکھو، میں اس کا علاج کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ ایک آدمی کی طرف مخاطب ہوا۔ ''ایک سفید رسی اور ایک لکڑی کا ٹکڑا لے کر آؤ۔'' اس نے حکم دیا۔

اور دو منٹ بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ وہ آدمی ایک رسی اور ایک چھوٹا سا رولر لے آیا۔

ڈاکٹر نے رسی کا ایک پھندا سا بنا کر اس کی گانٹھ رولر پر دی اور پھندا لاما کے سر پر ڈال کر ماتھے سے اسے کسنا شروع کیا۔

''او...واؤ...'' لاما کے منہ سے کراہنے کی آواز نکلی۔

Akram Allahabadi

''اور زور سے۔'' جیکسن نے کہا اور ڈاکٹر لکڑی کو پھر مل دینے لگا۔

''آہ...'' لاما کے حلق سے پھٹی ہوئی سی آواز نکلی۔

''تمہاری ہڈیاں سرمہ ہو جائیں گی اور بھیجہ باہر نکل پڑے گا، لاما۔ خیریت چاہتے ہو تو اب بھی بتا دو۔''

''نہیں، شیطان کے بچو۔'' لاما نے اس عالم میں بھی کراہتے ہوئے جواب دیا۔

''پروفیسر، اگر یہ نہیں بتاتا تو فضول ایک گدھا اصطبل میں باندھنے سے فائدہ؟ اسے مار کر پھینک دو۔'' ڈاکٹر نے پروفیسر کو بلند آواز میں کہا۔

''ایک موقع اور دے کر دیکھ لیجیے، ڈاکٹر۔'' جیکسن نے مشورہ دیا۔

''موقع۔'' ڈاکٹر نے دانت پیستے ہوئے ہوئے پھر لکڑی کو مل دینا شروع کیا۔

بچارے قیدی کو اپنے سر کی ہڈیاں اور کنپٹیاں چرچراتی ہوئی معلوم ہونے لگیں۔ اب یہ تکلیف اس کی برداشت سے باہر تھی۔

''بتاتا ہوں، بتاتا ہوں۔'' اس نے اقرار کر لیا۔ اور ڈاکٹر کی گرفت فوراً ڈھیلی پڑ گئی۔

''وہ، وہ ہمالہ کی چوٹیوں پر ملتی ہے۔'' لاما نے ہانپتے ہوئے کہا۔

''یہ ہمیں ٹال رہا ہے۔'' پروفیسر کے ایک ساتھی نے بیچ میں دخل دیتے ہوئے کہا۔

''بولنے دو اسے۔'' پروفیسر نے اسے گھورتے ہوئے جواب دیا۔

''وہ برف کی تہ میں دبی ہوئی پتھریلی جڑوں میں ہوتی ہے۔'' لاما بتانے لگا۔

''اسے پرائم کہتے ہیں۔''

Akram Allahabadi

''پرائم۔'' پروفیسر نے چونک کر کہا۔

''یہ حقیقتاً یورینیم سے اچھی قسم رہے گی۔'' پروفیسر کا ایک زیادہ عقل مند ساتھی بیٹ سے بیچ میں بول پڑا۔

''تم چپ رہو، ڈیوڈ۔'' پروفیسر نے اسے جھاڑ دیا۔

''کیا یہ اور کہیں پیدا نہیں ہوتی؟'' ڈاکٹر نے سوال کیا۔

''ہوتی ہوگی، مجھے کیا معلوم۔'' لاما نے حقارت بھرے لہجے میں اسے جواب دیا۔

''برفیلی پہاڑیاں تو ہمارے یہاں بھی شمال مشرق میں ہیں۔ ڈینور کی پہاڑیاں یا سالٹ لیک سٹی کے آس پاس بھی ایسے برفیلے مقامات ہیں۔'' جیکسن نے رائے دی۔

''نہیں تو جنوب میں کینیڈا کی پہاڑیاں بھی تلاش کی جا سکتی ہیں۔'' ڈاکٹر خود ہی بول اٹھا۔

''تو پھر اسے ساتھ لے چلنا ہوگا۔'' پروفیسر نے کہا۔

''ہاں، مگر کیا اس کے پاس اس چیز کا کوئی ٹکڑا، کوئی نمونہ نہ ہوگا۔'' ڈاکٹر نے لاما کی طرف گھورتے ہوئے پروفیسر کو اشارہ کیا۔

''مجھے لالچ دینے کی ضرورت نہیں، میں نے جو کچھ کہا ہے، وہ درست ہے۔ اور میرے پاس یہاں کوئی چیز نہیں۔ تم لوگ مجھے اچانک اغوا کر کے لائے ہو۔'' لاما نے اپنی ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں انھیں جواب دیا۔

''تو پھر، پروفیسر؟'' ڈاکٹر پوچھنے لگا۔

''ہمیں کل تیاریاں کر کے پرسوں یہاں سے طیارے کے ذریعے روانہ ہو جانا چاہیے۔'' پروفیسر نے رائے دی۔ اور اسی فیصلے پر سب متفق ہو گئے۔

Akram Allahabadi

''بے وقوف آدمی، تم نے پہلے ہی بتا دیا ہوتا تو کیوں اتنا ظلم ہوتا تم پر۔''
پروفیسر کا ایک ساتھی لاما کے سر سے رسی نکالتے ہوئے ہمدردانہ لہجے میں بولا۔

''مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم لوگ اتنے درندہ صفت ہو۔''

''امریکہ والے نئی دریافتوں کے لیے دوسروں کی تو کیا خود اپنی زندگی پر بھی کھیل جاتے ہیں۔'' وہ اسے صوفے پر سیدھا کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''دیکھو، اب ہمارے تبتی مہمان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونی چاہیے۔'' پروفیسر نے چلتے چلتے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔

''بہت خوب۔'' ان دو نگہبانوں میں سے ایک نے کہا۔ ساتھ ہی وہ بڑے مؤدبانہ انداز میں لاما کی طرف گھوم پڑا۔

''چلیے، غسل فرمالیجیے پہلے۔'' اس نے نرم مہذب لہجے میں کہا۔ ابھی چند لمحے پہلے وہ لاما کے لیے انتہائی غیر مہذب، اجڈ اور بے رحم آدمی ثابت ہوا تھا۔

لاما خموشی کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا، لیکن اس وقت اسے چکر آ رہے تھے۔ دو قدم چل کر وہ لڑکھڑایا ہی تھا کہ دوسرے آدمی نے اسے سنبھال لیا۔

''یہ تکلیف تھوڑی دیر میں دور ہو جائے گی۔'' وہ نرم لہجے میں بولا۔ اور پھر وہ دونوں اسے سہارا دیتے ہوئے دوسرے کمرے میں لے کر چلے گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

نیویارک پولیس ہیڈ کوارٹرز

نیویارک کے سنٹرل پولیس ہیڈ کوارٹرز کی دس منزلہ عمارت کے پانچویں منزل پر ایف بی آئی کے اعلیٰ عہدیداروں کے دفاتر تھے اور چھٹی منزل پر کیپٹن اور پولیس چیف کے آفس، جن کے ساتھ ہی سائنٹیفک انویسٹی گیشن کے ڈارک روم، میٹر ریڈنگ اور فوٹو ریکارڈ آفس وغیرہ تھے۔ ساتویں منزل پر ایک چھوٹا سا سیکرٹ مینیوٹ تھا، جہاں جرائم و راز ہائے سربستہ کے متعلق حوالوں اور ثبوت وغیرہ کے لیے فراہم کی گئی فلمیں بند دروازوں کے ساتھ دیکھی جاتی تھیں۔ اسی منزل پر فنگر پرنٹ بیورو اور کنڈکٹ ریکارڈ ڈپارٹمنٹ تھے۔ باقی تین منزلوں پر خارجی تعلق کے معاملات برائے تفتیش کے نظم و نسق کے خصوصی خفیہ ڈپارٹمنٹ تھے۔

پانچویں منزل میں نیویارک پولیس چیف کے دفتر سے ملحق ملاقاتیوں کے کمرے میں دو ہندوستانی کافی دیر سے بیٹھے پولیس چیف کے بلاوے کا انتظار کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے تو ایش ٹرے میں نصف درجن بجھی ہوئی سگریٹ کے ٹکڑوں کا اضافہ کر دیا تھا اور دوسرا خموشی سے دیوار پر لٹکے ہوئے مختلف قسم کے چارٹ دیکھ رہا تھا۔

''اب آپ تشریف لا سکتے ہیں۔'' ایک سیاہ گرم وردی والے سارجنٹ نے اندر آ کر نرم اور خلیق لہجے میں کہا۔ اور دونوں اٹھ کر اس کے پیچھے ہو لیے۔ چند قدم کے فاصلے پر ہی پولیس چیف کے آفس کا دروازہ تھا، جہاں ایک سنتری باہر ہی کھڑا تھا۔ وہ صرف پستول کمر میں باندھے تھا۔ بیرونی کمرے میں پولیس چیف کی اسٹینو گرافر اور پرسنل اسسٹنٹ آمنے سامنے دو میزوں پر بیٹھے تھے۔ ان کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک اندھے شیشے کا دروازہ تھا جس میں سے باہر سے کچھ نظر نہ آ سکتا تھا، لیکن اندر سے

باہر کی چیزیں صاف نظر آتیں۔اس دروازے پر سیاہ وردی والا ایک چپراسی تھا جو سارجنٹ کو دیکھ کر اٹینشن ہو گیا۔سارجنٹ کے پیچھے وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔یہ کافی بڑا کمرہ تھا،جس کے فرش پر موٹی قالین بچھی تھی اور پولیس چیف ایک بڑی سی میز کے پیچھے ایک ریوالونگ چیئر پر بیٹھا تھا۔میز کا ٹاپ شیشے کا تھا اور اس پر دونوں طرف ٹیلی فون رکھے تھے۔داہنی طرف وائرلیس کمیونیکیشن سیٹ ایک ریڈیو نما بکس میں نصب کیا ہوا رکھا تھا۔

وہ چوڑے سینے والا ایک قوی ہیکل لیکن ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔اس کے سر کے چند بال سفید ہو گئے تھے۔اس کی گرم خاکی رنگ کی وردی میں دونوں طرف کالروں پر اسٹار لگے ہوئے تھے اور دونوں کاندھوں پر بھی فیتوں پر اسٹار چمک رہے تھے۔

''ہیلو،آفیسر۔''اس نے ان میں سے آگے والے کو خود ہی مخاطب کرتے ہوئے سامنے بچھی ہوئی کرسیاں پیش کیں۔وہ دونوں ایڑیاں بجا کر اسے سلام کرتے ہوئے بیٹھ گئے۔

''میرا نام حضور احمد خان ہے۔''پہلے نے اپنا تعارف کرایا۔

''آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔''پولیس چیف نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔''مجھے سرکاری طور آپ کے لیے ہدایت مل چکی ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس کام میں آپ کو ہماری پولیس کی پوری پوری مدد ملے گی،بلکہ ایک طرح سے تو آپ ہمارے ملک کو ایسے خطرناک وجود سے پاک کرنے میں خود ہماری مدد کریں گے۔''پولیس چیف نے کہا۔

''آپ کا بہت بہت شکریہ۔میں صرف اسی غرض سے ملاقات کرنے آیا تھا۔''

''میں نے آپ کے لیے لیٹر آف کنفرمیشن اور ہمارے سرکاری شناختی کارڈ تیار کرا دیے ہیں۔آپ لوگوں کو تصویریں ہمیں ڈاک سے مل گئی تھیں۔میرا اسسٹنٹ

ابھی آپ کے حوالے کردے گا۔اور ہاں...'' یہ کہتے ہوئے پولیس چیف نے میز پر رکھے ہوئے چھوٹے سے انٹر ڈپارٹمنٹ فونو باکس کا سوئچ دبا دیا۔

''سارجنٹ میسی۔'' وہ باکس کی طرف ذرا جھک کر بولا۔

''اسپیکنگ سر۔'' باکس سے باریک آواز نکلی۔

''انسپکٹر ریمنڈ اور سارجنٹ مور کو یہاں بھیج دو۔'' اس نے حکم دیا۔

''او کے، چیف۔'' باکس سے آواز آئی۔جس پر پولیس چیف ہنری ڈوگلز نے سوئچ آف کردیا۔

''میں آپ کی مدد کے لیے ایف بی آئی کے دو ہوشیار افسروں کو مقرر کر رہا ہوں۔ان کے ہوتے ہوئے آپ کسی جگہ اجنبیت محسوس نہ کریں گے۔'' ڈوگلز نے سپرنٹنڈنٹ خان سے کہا۔

''یہ آپ کے اسسٹنٹ ہیں؟'' اس نے بالے کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

''اوہ، میں تو بھول ہی گیا تھا۔جی ہاں، یہ میرے اسسٹنٹ سارجنٹ بالے ہیں۔'' خان نے چونک کر مسکراتے ہوئے تعارف کرایا۔پولیس چیف، بالے سے ہاتھ ملا کر مسکرانے لگا۔

تھوڑی دیر میں ہی دروازہ کھلا اور ایک اوسط قامت کا سرخ سفید نوجوان آدمی اندر داخل ہوا۔اس نے سرمئی رنگ کا گرم سوٹ پہن رکھا تھا۔

''سر۔'' اس نے چیف کو سلیوٹ کرتے ہوئے مخاطب کیا۔اس کے پیچھے ایک سارجنٹ بھی تھا۔

''میں نے اسسٹنٹ ڈپارٹمنٹ کے آئے ہوئے جو کاغذات آپ کے حوالے کیے تھے، آپ ہندوستان کے سراغ رساں مسٹر خان اور ان کے اسسٹنٹ اسی سلسلے میں یہاں آگئے ہیں۔اس پراسرار شخصیت کو گرفتار کرانے میں آپ لوگ ان کی ہر طرح مدد

Akram Allahabadi

کریں گے۔''

''بہت خوب۔''انسپکٹر نے جواب دیا۔پھر وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا کر خان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''مجھے ریمنڈ کہتے ہیں اور یہ میرے اسسٹنٹ سارجنٹ مور۔'' خان نے دونوں سے ہاتھ ملایا پھر بالے کا بھی ان سے تعارف کرایا۔

اس رسمی ملاقات کے بعد وہ پولیس چیف کے کمرے سے ان دونوں کے ساتھ ہی باہر نکل آئے۔

''آپ ٹھہرے کہاں ہیں؟''

''پیگان ہوٹل میں پہلی منزل پر ہی ۹ نمبر کا کمرہ ہے جو سفارت خانے کی مدد سے ہمیں ملا ہے۔''خان نے بتایا۔

''اچھی جگہ ہے، خاص طور پر وہاں کے بیلٹ کے پروگرام مجھے پسند ہیں۔'' انسپکٹر ریمنڈ نے اس سے بے تکلف ہوتے ہوئے کہا۔دونوں سارجنٹ پیچھے پیچھے آپس میں گفتگو کرتے آ رہے تھے۔

''مجھے سب سے پہلے یہ معلوم کرنا ہے کہ اب سے تین ماہ پہلے یہاں سے سائنس دانوں کا کون سا مشن تبت گیا تھا۔''خان نے ریمنڈ سے کہا۔

''تبت؟''انسپکٹر ریمنڈ نے حیرت سے پوچھا۔

''شاید آپ کو معلوم نہ ہو، لیکن پاسپورٹ ڈپارٹمنٹ سے تو معلوم ہو جائے گا۔''سپرنٹنڈنٹ خان نے رائے دی۔

''مجھے واقعی معلوم نہیں تھا، لیکن کیا اس مشن سے اس کا کوئی تعلق ہے؟''انسپکٹر نے دریافت کیا۔

''ایسا تو نہیں، البتہ یہ ضرور ہے کہ وہ اس مشن کا پیچھا کر رہا ہو یا اس کی تلاش

میں آیا ہو۔''

''کیوں؟'' ریمنڈ نے پوچھا۔

''یہ میں بعد میں تفصیلاً بتاؤں گا۔''

''خیر تو اس مشن کے بارے میں میں آپ کو کل ہی معلوم کر کے بتائے دیتا ہوں۔'' ریمنڈ نے وعدہ کیا۔ باہر پولیس ڈپارٹمنٹ کے محکمہ خفیہ کی سیاہ نیلی کار کھڑی تھی۔ انسپکٹر ریمنڈ نے دروازہ کھول دیا۔ پہلے خان اور پھر وہ پیچھے بیٹھ گئے۔ سارجنٹ مورگاڑی ڈرائیو کرنے لگا اور بالے اس کے پاس بیٹھ گیا۔

''ویسے بھی آپ امریکہ کو اتنا دلچسپ دوست مقام پائیں گے کہ واپس جانے کو جی نہ چاہے گا۔'' انسپکٹر ریمنڈ نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''ہم تو پہلے ہی سے دوست ہیں۔'' خان مسکرا کر بولا اور پھر دونوں ہنس دیے۔

☆☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

فضائی تعاقب

ان کا پرائیوٹ ڈکوٹا اس وقت سان فرانسسکو کے نزدیک پہنچ رہا تھا۔ لاس انجلو سے سائنس دانوں کا یہ پراسرار مشن چار گھنٹے قبل روانہ ہوا تھا۔ ان کا تبتی قیدی اگرچہ طیارے میں آزاد بیٹھا تھا، لیکن اس کے چہرے کی مردنی اب بھی دور نہیں ہوئی تھی۔ براہِ راست سالٹ لیک سٹی پہنچنے کے لیے انھیں کیوں کہ ۱۴۴۱۶ فٹ بلند ماؤنٹ وٹنے کو عبور کرنا پڑتا اور ڈکوٹا اس کا اہل نہ معلوم ہوتا تھا، اس لیے یہ خطرہ مول لینے سے بہتر انہوں نے یہی سمجھا کہ سان فرانسسکو کے راستے جایا جائے۔ کیلیفورنیا یونیورسٹی کو اہم تحقیقی کاموں کے لیے پرائیوٹ ڈکوٹے ملے ہوئے تھے اور یہ ان میں سے ایک تھا، جس میں بیک وقت زیادہ سے زیادہ گیارہ آدمی (مع عملے کے) سفر کر سکتے تھے۔

سان فرانسسکو سے ان کی پرواز براہِ راست سالٹ لیک تک کے لیے ہوگی۔ یہ طے کر کے وہ سان فرانسسکو میں ایک گھنٹہ ٹھہر گئے تا کہ کافی فیول وغیرہ لے لیا جائے اور کیوں کہ پرواز اب براہِ راست اور لمبی تھی اس لیے مورسن ایئر ویز کے نجی ورک شاپس میں ڈکوٹا کی مشین چیکنگ بھی کر لی گئی۔

سان فرانسسکو سے ان کا طیارہ دوپہر کو دو بجے سالٹ کے لیے روانہ ہوا۔ اس وقت مطلع صاف اور موسم موافق تھا۔ اس ڈکوٹے کو روانہ ہوئے بمشکل تین گھنٹے گزرے تھے کہ سان فرانسسکو کے فضائی اڈے پر ایک اور پرائیوٹ ڈکوٹا آ کر اترا۔ یہ مورسن ایئر ویز کا ہی سفری ڈکوٹا تھا۔ اس قسم کے ڈکوٹے، ایام تعطیل، راحت افزا مقامات پر گزارنے والے خوش فکروں کے لیے کرائے پر چلتے تھے۔

اس ڈکوٹا میں صرف ایک مسافر سفر کر رہا تھا۔ اکہرے بدن کا ایک چست و

چالاک سا آدمی جس کی آنکھیں خوف ناک اور چمکیلی تھیں۔ اسے سالٹ لیک سٹی جانا تھا۔ اس سے زیادہ اس نے کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ وہ طیارے کے عملے کے تین آدمیوں سے بھی کوئی گفتگو نہ کرتا تھا سوائے من مانے سوالات کے جو زیادہ تر موسم اور فضاؤں کے بارے میں ہوتے۔ مگر وہ خود ان کے کسی سوال کا جواب نہ دیتا۔ وہ خود کو امریکہ کا ایک پرتگالی باشندہ بتاتا تھا۔ اس نے یہ ڈکوٹا شکاگو سے چارٹر ڈ کیا تھا اور کیلیفورنیا میں ایک دن قیام کرتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا۔ دوسرے الفاظ میں اس نے اس ڈکوٹا کو سب سے زیادہ سفری معاوضہ دیا تھا۔

''معلوم کیجیے کہ کیا ہم سے پہلے کوئی اور بھی ڈکوٹا سالٹ لیک سٹی گیا ہے۔'' اس نے طیارے کے عملے کے ایک آدمی سے کہا۔

''بہتر ہے۔'' وہ یہ کہہ کر چلا گیا اور تقریباً پندرہ منٹ بعد واپس لوٹا۔

''صرف کیلیفورنیا یونیورسٹی کا ایک ڈکوٹا تین گھنٹے قبل یہاں سے ہوتا ہوا سالٹ لیک گیا ہے۔'' اس نے بتایا۔

''اوہ، اور کوئی نہیں، مثلاً سمور کا کوئی تاجر؟'' اس آدمی نے پوچھا۔

''جی نہیں، سالٹ لیک تو اور کوئی نہیں گیا۔ میں پوچھ چکا ہوں۔''

''خیر ہوگا، چلیے اب ہمیں بھی چلنا چاہیے۔'' وہ بات کو مختصر کرتا ہوا بولا۔

یہ طیارہ بھی یہاں تقریباً بیس منٹ ٹھہر کر سالٹ لیک کی طرف روانہ ہوگیا۔

اب موسم قدرے ابر آلود ہونے لگا تھا اور سان فرانسسکو کی برفانی ہوائیں مغرب کی طرف دباؤ ڈال رہی تھیں، لیکن بہر حال سالٹ لیک کی طرف پرواز کے لیے حالات موافق تھے اور طیارہ تیز رفتاری سے نیلے آسمان کی لامحدود خلاؤں میں اڑ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

''اب اسے بدقسمتی نہ کہا جائے تو اور کیا ہے؟'' لاس انجلز کے ایک بلند مقام

والے ساحلی ریسٹورنٹ میں بیٹھے ہوئے انسپکٹر ریمنڈ نے اپنے ہندوستانی دوست سے کہا۔اس وقت سپرنٹنڈنٹ خان اور بالے کے علاوہ اسرار اور ابراہیم بھی ان کے ساتھ تھے۔ان بھروسے کے آدمیوں کے ساتھ اس دور دراز کے غیر ملک میں بھی اکیلا پن نہ محسوس ہوتا تھا۔بالے،اسرار اور ابراہیم نے تو خواب میں بھی امریکہ نہ دیکھا تھا۔اس لیے انھیں اس عظیم ملک کے بعض مقامات کرۂ ارض کی جنت معلوم ہو رہے تھے۔البتہ خان مختلف سیاحوں اور ادیبوں کی کتابوں میں ہی امریکہ کے بارے میں اس قدر پڑھ چکا تھا کہ اسے امریکہ جیسے دیکھا بھالا معلوم ہو رہا تھا۔اس نے سیاحوں کو سہولتیں دینے والے محکمے سے مختلف سفری ہدایت ناموں کے پمفلٹ بھی لے لیے تھے جو اسے ہر مقام کو دیکھنے اور سمجھنے میں مدد دے رہے تھے۔ویسے انسپکٹر ریمنڈ اور سارجنٹ مور کی موجودگی میں اسے کسی قسم کی پریشانی یا تکلیف کا سامنا کرنے کا بھی امکان نہ تھا۔مور اور بالے آپس میں کافی بے تکلف ہو چکے تھے۔البتہ اسرار اور ابراہیم زیادہ تر آپس میں ہی باتیں کرتے رہتے،کیوں کہ ان امریکی افسروں کی سپاٹ انگریزی ان کے پلے کم پڑتی تھی۔وہ زیادہ تر ہندوستانی افسروں کی صحبت میں رہے تھے۔بالے،خان کے ساتھ ہر قسم کی سوسائٹی سے مستفیض ہو چکا تھا،اس لیے اسے اجنبیت کا احساس بھی نہیں ہو رہا تھا۔وہ سارجنٹ مور کو مورکھ کہتے ہوئے ذرا بھی نہ مسکراتا تھا،ورنہ نئے دوست کو شبہ ہو جاتا۔ایک آدھ بار مور نے اس سے اس 'کے۔ایچ' کے اضافے کا سبب بھی پوچھا،تو اس نے بڑی سنجیدگی سے اسے یقین دلایا کہ ہندوستان میں تمہارے نام سے ملتا جلتا یہ ایک لفظ ہے جس کے معنے 'پیارے دوست' کے ہوتے ہیں اور مور یہ سن کر اور خوش ہو گیا۔

خان،بالے کی اس بے ہودگی سے غافل نہ تھا،لیکن وہ اسے ٹوک نہ سکتا تھا ورنہ نئے امریکی دوستوں کو اس پر شبہ ہو جاتا اور مفت میں سارجنٹ مور برا مانتا۔پھر بھی

اس نے اکیلے میں بالے کو بہت ڈانٹیں سنائی تھیں ۔ جو بہرصورت بے سود رہیں، کیونکہ جب بالے نے خان کے بگڑنے کے ڈر سے مورکھ کہنا بند کر دیا تو سارجنٹ مور خود اسے ٹوکنے لگا کہ کیا اب وہ پیارے دوست کی محبت اب ہوا ہو گئی ہے ۔مجبوراً بالے کو اسے پھر اسی خطاب سے یاد کرنا پڑا۔

''آپ شراب سے تو شوق کرتے ہوں گے؟''انسپکٹر نے خوش گوار موسم اور ساحلی سرد ہوا سے متاثر ہو کر پوچھا۔

''جی نہیں، ہم میں سے کوئی نہیں پیتا۔لیکن آپ لوگ شوق فرمایئے، ہم صرف شربت پر اکتفا کریں گے۔''خان نے معذرت کرتے ہوئے جواب دیا۔انسپکٹر ریمنڈ نے ان کے لیے شربت منگوادیا اور خود سارجنٹ مور کے ساتھ وہسکی کے پیگ چڑھانے لگا۔امریکہ میں شراب نوشی کوئی اخلاقی جرم نہ تھا، یہاں تک کہ یہاں ایک بار شراب بندی کر کے توڑی جا چکی تھی ۔امریکی باشندے شاید اس نشے کے مستقل طور پر عادی ہو چکے تھے۔

''لیکن اب کیا کیا جائے؟''انسپکٹر نے خود ہی خان سے پوچھا۔''وہ سان فرانسسکو کی طرف گئے ہیں، یہ تو اس ڈکوٹا کی فلائٹ رپورٹ سے معلوم ہو گیا ہے، لیکن ان کے ساتھ کوئی ایسا قیدی بھی ہے جیسا آپ بیان کرتے ہیں، یہ کوئی نہیں بتا سکتا۔''

''ان کے سان فرانسسکو کی طرف جانے کا کوئی سبب تو ہو گا آخر؟''خان نے دریافت کیا۔

''صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ وہ کسی تحقیقاتی مشن پر گئے ہیں، لیکن وہ مشن کیا ہے اور کہاں تک گئے ہیں یہ کسی کو نہیں بتایا گیا۔''انسپکٹر ریمنڈ نے جواب دیا۔

''آپ کا کیا خیال ہے، مسٹر مورکھ؟''پاس کی میز پر بیٹھے ہوئے بالے نے سارجنٹ سے پوچھا۔ابھی تک وہ خان اور ریمنڈ کی گفتگو سن رہا تھا۔

Akram Allahabadi

''میرا خیال ہے کہ وہ جہنم میں گئے ہوں گے۔کیا مفت کی پریشانی مول لی ہے تم نے بھی۔''مور نے کسی قدر جھنجھلاہٹ کے ساتھ کہا۔

''جہنم تک پیچھا کرنا تو کچھ مشکل نہیں،لیکن تم ساتھ چل کر راستہ تو دکھاؤ گے نا؟''بالے نے اس سے پوچھا۔

''میں تو ہر اتوار کو گرجا گھر میں جا کر ہفتے بھر کے گناہوں کی توبہ کر لیتا ہوں۔ پادری کہتا ہے مجھے جنت میں ہی جانا ہوگا۔''

''ہونہہ،پولیس والے اور جنت!لاحول ولاقوۃ۔''بالے آدھی انگریزی اور حسب عادت لاحول عربی میں پڑھتے ہوئے بولا۔

''یہ کیا کہا تم نے کسی دوسری زبان میں؟'' سارجنٹ مور نے اس سے پوچھا۔

''یہ ہمارے ملک کی زبان ہے،اس کا مطلب ہوتا ہے کہ تمہاری عقل لاہور شہر جیسی بڑی ہے۔''

''اوہ،لاہور۔ہاں میں نے کتابوں میں اس کا ذکر پڑھا ہے۔''مور ہنس کر بولا۔

''ضرور پڑھا ہوگا۔آپ ہیں ہی اس قابل۔''بالے نے کچھ ایسا منہ بنا کر کہا کہ دوسری نشستوں پر بیٹھے ہوئے اسرار اور ابراہیم نے مشکل سے اپنی ہنسی روکی۔بالے انھیں گھورنے لگا۔

''بیٹے،یہ اپنے دیدے ادھر ہی گھماؤ،ورنہ سارا بھانڈا پھوڑ دوں گا کہ تم اس بے چارے سارجنٹ کو کب سے بے وقوف بنا رہے ہو۔''اسرار نے اسے دھمکی دی۔

''تم خودکشی کرنے کے بعد اگر بھوت بن کر بھی آؤ تو بالے تمہاری دھمکیوں سے ڈرنے والا نہیں،موٹے آدمی۔میں اسے پہلے ہی سے بتائے دیتا ہوں کہ تم ہم دو

شریف سارجنٹوں کو آپس میں لڑانے کا پروگرام بنا رہے ہو۔'' بالے نے اسرار کی طرف پلٹتے ہوئے جواب دیا۔ لیکن وہ اتنی سنجیدگی سے گفتگو کر رہا تھا کہ مور یہ سمجھ کر کہ یہ لوگ آپس میں کسی اور موضوع پر بات کرنے لگے ہیں دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔

''مور۔'' انسپکٹر ریمنڈ نے بے تکلفی سے اسے پکارا۔

''فرمایئے؟'' وہ آنکھیں مچکا کر اس کی طرف جھک گیا۔

''تم سان فرانسسکو کے لیے جلد سے جلد ملنے والے طیارے کی کچھ سیٹیں بک کراؤ۔'' ریمنڈ نے کہا۔

''جلد سے جلد، یعنی کہ بکنگ کے وقت چھوٹ رہا ہو، اس کی بھی؟''

''مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اتنے احمق ہو۔''

''آپ کا ہی اسسٹنٹ ہوں نا آخر۔'' وہ یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور خان اور ریمنڈ دونوں مسکرا دیے۔

''میرا یہ اسسٹنٹ بھی اتفاق سے اسی قسم کا واقع ہوا ہے۔'' خان نے بالے کی طرف اشارہ کر کے ریمنڈ سے کہا۔

''لیجیے، اب آپ کا جغرافیہ بیان ہو رہا ہے۔'' اس نے بالے کو ٹھونکا دیا۔

''تمہیں کیوں رشک ہو رہا ہے، جاڑیئے۔'' بالے نے اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔

''کم آن فرینڈ، چلو ہم سیٹیں بک کرا لائیں۔'' سارجنٹ مور نے اس کی بغل میں ہاتھ دیا۔

''برے پھنسے۔'' بالے نے اٹھتے اٹھتے مصنوعی کراہ کے ساتھ ہندوستانی میں کہا اور اسرار اور ابراہیم مسکرا کر رہ گئے۔ بالے اور مور باہر نکل گئے۔ اور خان اور ریمنڈ ساحلی علاقے کا نظارہ دیکھنے لگے۔

Akram Allahabadi

''بے چارہ وہ راجپوت، وہاں اکیلا بھٹکتا ہوگا۔اس کی تقدیر میں امریکہ دیکھنا نہیں تھا۔''اسرار نے رؤف کی یاد کراتے ہوئے ابراہم سے کہا۔

''تو کیا ہوا، خان صاحب کو ضرورت ہوگی تو مونچھوں کا پارسل پھر سے منگا لیں گے۔''

''یار، مجھے تو اس امریکی خوراک سے زیادہ خوان احمدی کے کھانے یاد آرہے ہیں۔یہ سوپ اور مسکہ سلائیس اپنے بس کے نہیں۔''اسرار ہوٹل کے کھانوں پر تبصرہ کرنے لگا۔

''یاں دیکھیے نا، آپ کتنے دبلے ہوگئے ہیں۔''ابراہیم نے بڑی سنجیدگی سے فقرہ چست کیا۔

''ابے او کل کے لونڈے، اب میری بھی خبر لینے لگا تو۔''

''یقین نہ ہو تو خان صاحب سے پوچھ لیجیے۔''ابراہیم نے سنجیدگی بحال رکھتے ہوئے کہا۔

''چل چل، جیسے میں پوچھنے ہی جاؤں گا ان سے ایسی بات۔''اسرار کو ہنسی آگئی۔

''میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟''ایک شیریں اور مترنم آواز ان کے کانوں میں گونجی، مگر وہ سپاٹ امریکی زبان میں تھی، اس لیے وہ دونوں حیرت سے اس سرخ وسفید اور سڈول جسم کی حسین لڑکی کی طرف بغیر جواب دیے دیکھنے لگے۔

خان نے ریمنڈ کے مشورے سے ان کا میک اپ جنوب مغرب کے دیہاتی باشندوں جیسا کر دیا تھا اور حلیے کے علاوہ انداز سے بھی انھیں اجڈ ظاہر کرنے کی ہدایت کر دی گئی تھی تاکہ کوئی ان سے زیادہ بات کرنا پسند نہ کرے اور انھیں زیادہ بولنا نہ پڑے۔یہ اس لیے کیا گیا تھا کہ اپنے ہندوستانی حلیوں میں ممکن ہے انھیں عام طور پر غیر

ملکیوں کی حیثیت سے ہر جگہ آزاد فضا نہ ملتی اور بہت سے نسل پرست سفید فام لوگ ان سے دور بھاگتے رہتے۔کوئی دوسری سیٹ خالی نہ ہونے کی وجہ سے وہ مجبوراً ان کے قریب والی خالی کرسی پر بیٹھنا چاہتی تھی۔اسرار کو فوراً اپنے میکسیکن ہونے کا احساس ہوگیا۔

''یس میڈم، پلیز۔'' وہ سکھائے ہوئے دیہاتی لہجے میں بولا۔اور وہ اس نشست پر ان کی طرف سے غیر متوجہ ہوکر بیٹھ گئی۔شاید اسے کسی کا انتظار تھا، ساتھ ہی وہ اس کے لیے کہیں بیٹھ جانا بھی ضروری سمجھتی تھی۔

''لو، یہ آئی ولایتی مصیبت۔'' اسرار نے ابراہیم کی طرف پلٹ کر آہستہ سے کہا۔جس پر وہ چونک کر ان کی شکل دیکھنے لگی، لیکن ان کے الفاظ اس کے پلے نہیں پڑے۔اسرار نے فوراً موضوع بدل لیا۔

''آپ کسی کا انتظار کر رہی ہیں؟'' انسپکٹر ریمنڈ کو مجبوراً اسے ٹوکنا پڑا۔

''جی۔جی نہیں۔جی ہاں۔'' وہ گھبرا سی گئی، دوسری میز پر سے اس غیر متوقع سوال پر۔

''جی نہیں بھی اور جی ہاں بھی۔'' ریمنڈ نے اسے معنی خیز انداز سے گھورتے ہوئے کہا۔

''مجھے اپنے ایک دوست کا انتظار ہے۔'' لڑکی نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔

''دوست؟ اسی جگہ؟'' ریمنڈ نے پھر سوال کیا۔

''جی ہاں، اسی مقام پر۔''

''کیا نام ہے اس کا؟ ممکن ہے میں آپ کی کچھ مدد کرسکوں۔''

''اس نے مجھے تار دیا تھا یہاں ملنے کے لیے۔اس کا نام انڈرسن مور ہے۔''

Akram Allahabadi

''سارجنٹ مور۔'' ریمنڈ نے مسکرا کر بولا۔

لڑکی نے معصومیت سے گردن ہلا دی۔

''تو تم انتظار کر سکتی ہو، وہ آتا ہی ہوگا۔'' انسپکٹر نے اپنے چہرے کی کرختگی دور کرتے ہوئے کہا۔

''ہم لوگ سب اس کے دوست ہیں، تمہیں جھجکنے کی ضرورت نہیں۔'' اس نے اسے اطمینان دلایا۔ اور لڑکی کی گھبراہٹ پہلے سے کچھ کم ہو گئی۔

''ہندوستان کے جنت پسند اگر اس آدھی ننگی سفید لڑکی کو دیکھ لیں تو کیا کہیں گے؟'' ابراہیم آہستہ سے اسرار سے پوچھنے لگا۔

''بیٹے، چونچ بند رکھو، ورنہ اپنی باتیں کسی کے پلے پڑ گئیں تو امریکہ سے گنجے ہی جائیں گے۔'' اسرار نے اسے جھاڑا۔

''تقریباً نصف گھنٹے کے بعد سارجنٹ مور اور بالے واپس آ گئے۔ وہ سیٹیں بک کرا لائے تھے۔ انسپکٹر ریمنڈ کو اپنی طرف مسکراتا دیکھ کر سارجنٹ مور چونک پڑا۔ اس کی نظر آپ سے آپ اس لڑکی کی طرف اٹھ گئی۔ وہ سٹپٹا گیا۔

''بے چاری کتنی دیر سے تمہاری راہ دیکھ رہی ہے۔'' انسپکٹر نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''آئی ایم ساری، سر۔ یہ میری ایک رشتے دار ہیں، مجھ سے ملنا چاہتی تھیں۔'' سارجنٹ نے جھینپ کر بات بنائی۔

''اور اسی لیے تم نے تار دے کر ملاقات کی جگہ مقرر کر دی تھی۔'' ریمنڈ نے خان کی طرف دیکھتے ہوئے اسے جواب دیا۔

''میں نے، یعنی کہ آپ کا مطلب ہے کہ میں...'' کہتے کہتے آواز اس کے حلق میں اٹکنے لگی۔ اور پھر وہ دزدیدہ نظروں سے لڑکی کو گھورنے لگا۔

Akram Allahabadi

''جہاز کس وقت ملے گا؟''

''ابھی دو گھنٹے باقی ہیں۔'' سارجنٹ مور نے جواب دیا۔

''تو تم صرف آدھ گھنٹے کے لیے کہیں بھی جاسکتے ہو، ہم لوگ بنچ پر سی فیس گرانڈ ویل پارک میں ملیں گے۔'' انسپکٹر نے بڑی فراخ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے سارجنٹ کو موقع دیا اور سارجنٹ کچھ جھینپ سا گیا۔

''کم آن، ڈارلنگ۔'' وہ اس لڑکی کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے آہستہ سے بولا۔ وہ بے چاری اب تک تذبذب کے عالم میں ان سب کے چہرے تک رہی تھی، پھر وہ خاموشی سے اس کے ساتھ اٹھ کر چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆

ٹھیک چار بج کر ۳۵ منٹ پر وہ انٹرا اسٹیٹ امریکن ایئر ویز کے ایئر لائنز نمبر ۱۷ میں سالٹ لیک سٹی کی طرف روانہ ہو گئے۔ جہاز میں طیارے کے عملے کے علاوہ ۶ نشستیں تھیں، جن میں سے صرف ایک نشست اس وقت خالی تھی۔ سارجنٹ مور اور بالے دونوں پاس ہی پاس بیٹھے تھے۔ ان کے پیچھے ابراہیم اور اسرار تھے۔ برابر والی سیٹ پر خان اور ریمنڈ۔ انھیں موزوں نشستیں دی گئی تھیں۔ بالے مور سے اس طرح گھل مل گیا تھا کہ اسرار اور ابراہیم خود کو سب سے علیحدہ پا کر اکتاہٹ سی محسوس کرنے لگے تھے۔ مگر انہوں نے اپنی توجہ امریکہ کی سیر پر مرکوز کر دی، جس سے انھیں اور زیادہ سفر کا لطف آنے لگا۔

ایئر لائنز نمبر ۱۷ پہلے تو لاس انجلو کے میدانی علاقے پر پرواز کرتا رہا۔ مضافات کے کھیتوں میں چلتے ہوئے ٹریکٹر اوپر سے چھوٹے چھوٹے کیڑے معلوم ہو رہے تھے۔ پھر چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں شروع ہو گئیں، جن کے درمیان کہیں کہیں سائنسی

Akram Allahabadi

تحقیق کی لیبو ریٹر یز بھی نظر آجاتیں ۔ لاس انجلز امریکہ کے بڑے بڑے سائنس دانوں کا تحقیقی مرکز بھی تھا۔

ایئر لائنز نمبر ۱۷ اپنی رفتار کے اعتبار سے بہترین مسافر بردار طیارہ تسلیم کیا جاتا تھا۔اس وقت وہ ڈھائی سو یا تین سو میل فی گھنٹے کی رفتار سے پرواز کر رہا تھا، جو اس وزن کے طیارے کے لیے اونچا معیار پرواز تھا۔

تقریباً ڈھائی گھنٹے کے سفر کے بعد وہ سالٹ لیک کے نزدیک پہنچ گئے ۔ یہ جگہ سطح سمندر سے تقریباً ۵ ہزار فٹ بلند تھی اور کہیں کہیں سالٹ لیک کے گرد کھڑی ہوئی پہاڑیوں کی چوٹیوں پر برف کے ٹکڑے ٹکرا رہے تھے۔ایئر لائنز اندازاً سات ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔خان کے سامنے والی سیٹ پر کوئی چینی سیاح بیٹھا تھا اور اس کے ساتھ ایک جاپانی سفر کر رہا تھا۔وہ ایک دوسرے کی زبان سمجھتے تھے، اس لیے دیر سے آپس میں، چن چن اور نونو، لگائے ہوئے تھے۔خان اور انسپکٹر ریمنڈ دونوں ان کی ان جاپانی گفتگو سے بور ہونے لگے۔

''کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم بھی کچھ اوٹ پٹانگ بکنا شروع کر دیں۔کم از کم ان کمبختوں کو تو یہ احساس ہوگا کہ بلند آواز کا مستقل شور کتنا ناگوار گزرتا ہے۔''انسپکٹر نے خان کو رائے دی۔

''تو پھر ہمارے پیچھے بیٹھے ہوئے لوگ بور ہونے لگیں گے اور اس طرح بوریت کا ایک سلسلہ لگ جائے گا۔''خان نے مسکرا کر جواب دیا۔اس پر ریمنڈ کچھ دیر سوچتا رہا، پھر جیسے یکا یک چونک کر وہ ان میں سے ایک مسافر کا کاندھا ہلکے سے ہلا کر گھبرائے ہوئے انداز میں بولا۔

''آپ کی جیب میں آگ لگی ہے شاید، بو آرہی ہے۔''

''آگ؟'' چینی گھبرا کر اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا اور ریمنڈ سنجیدہ صورت بنا کر

خاموش بیٹھ گیا۔

لیکن جب چینی مسافر کو اطمینان ہوگیا کہ آگ اس کی جیب میں نہیں لگی تو وہ کچھ عجیب سی نظروں سے اسے گھورتا ہوا اور سکڑ کر بیٹھ گیا اور اس کا ساتھی غالباً اس سنجیدہ مذاق کا مفہوم سمجھ کر خاموش ہو رہا۔

''اب ہم سالٹ لیک پر پرواز کر رہے ہیں، سر۔'' سارجنٹ مور نے انسپکٹر ریمنڈ کو متوجہ کیا۔

''کیوں، کیا مزا نمکین معلوم ہو رہا ہے؟'' ریمنڈ ہنس کر بولا۔

''مجھے تو قے آ رہی ہے۔'' بالے نے مور کو ٹوک کر کہا۔

''کیوں؟''

''دو کنکریوں سے ہی جی متلانے لگتا ہے، یہ تو پھر نمک کی جھیل ہے۔''

''وہ تمہارے منہ میں تو نہیں آ گھسی بے چاری کتنی دور نیچے پڑی ہے۔''

''ایسی باتیں فرض کر لی جاتی ہیں۔'' بالے نے منہ پھیرتے ہوئے جواب دیا۔

''خیر تو فرض کر لیا اور تم بھی فرض کر لو کہ قے ہو گئی، بس اب نمک تھوک دو۔'' سارجنٹ مور ہنس کر بولا۔

''جہاز میں تھوکنا منع ہے۔'' بالے نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''کتنا پر فضا مقام ہے۔'' اسرار پچھلی نشست سے ابراہیم سے بولا۔

''یہ پر فضا کیا بلا ہوتی ہے؟'' اسرار نے اس کی طرف توجہ کیے بغیر جواب دیا۔

''سراسر غلط۔ پر فضا یعنی فضا سے بھرا ہوا۔ رہی بلا تو وہ ہمیشہ ہوتی ہی ہے۔''

''بابا، تم میرا مغز مت چاٹو، تمہارا ساتھی ہی کافی ہے تمہارے لیے۔'' اسرار

نے پیچھے سے اس کے ہاتھ جوڑے۔اسی وقت سارجنٹ مور نے بھی گھوم کر ان کی طرف دیکھ لیا۔

''بے چارہ معافی مانگ رہا ہے۔''بالے اسرار کی طرف اشارہ کر کے اس سے بولا۔

''اے خربوز کے بھیجے۔''اسرار پیچھے سے بگڑ گیا۔

''اس جہاز میں غیر مہذبوں کے لیے جگہ نہیں ہوتی۔آپ یہ اپنی ہندوستانی کہاوتیں اپنے پاس ہی رکھیے۔''بالے نے دبی زبان سے جواب دیا۔

''زبان نہ ہوتی تو کہیں...''

''بس بس،سمجھ گیا،سمجھ گیا۔اب اپنی چونچ بند رکھو۔''یہ کہہ کر بالے پھر مور کی طرف مخاطب ہو گیا۔

''سارجنٹ۔''وہ بولا۔

''یا۔''مور نے یس کا تلفظ بگاڑتے ہوئے کہا۔وہ اس وقت چیونگ گم چبا رہا تھا۔

''سگریٹ ہے تمہارے پاس؟''

''یہاں نہیں پی سکتے۔سگریٹ پینے کے لیے ادھر علیحدہ کارنر بنایا گیا ہے۔'' مور نے اشارے سے اسے بتایا۔

''جہاز والے شریف لوگ نہیں معلوم ہوتے۔بھلا سگریٹ جیسی مہذب چیز پر پابندی۔''وہ بڑبڑاتا ہوا اٹھا۔لیکن اسی وقت جہاز کو ذرا سا جرک لگا،جو ممکن ہے فضا میں تحلیل شدہ کسی ریڈیائی لہر کی وجہ سے رہا ہو۔بالے اس دھچکے سے پھر اپنی سیٹ پر آ گرا۔

''یس پلیز،آپ کو کیا چاہیے؟''ہوسٹیس اس کے قریب آ گئی۔

''صرف ایک کپ کافی۔''بالے نے سگریٹ پینے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

''کوئی ایسا مقام نہ ہوگا جہاں یہ شخص کوئی نہ کوئی شان دار حماقت نہ کرے۔''
پچھلی نشست پر اسرار نے بالے کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے ابراہیم سے کہا، لیکن بھنک اس کے کانوں میں بھی پڑ گئی۔

''تم ذرا سالٹ لیک سٹی تو پہنچو، میں تمہاری اچھی طرح حجامت کرا دوں گا، بیٹے پر اسرار۔'' بالے نے جل کر کہا۔

''وہ آپ کا خاندانی پیشہ ٹھہرا، مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ میں نے تین دن سے شیونگ بھی نہیں کی ہے۔'' اسرار آہستہ سے بولا۔

''یو شٹ اپ کہ نو شٹ اپ؟'' بالے نے ہندوستانی انگریزی میں اسے وارننگ دی۔ لیکن اسرار نے بجائے جواب دینے کے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

طیارہ سالٹ سٹی کے بعد آٹھ ہزار فٹ تک کی بلندی والا پہاڑی سلسلہ شروع ہو جاتا تھا اور اس طیارے کو سالٹ لیک سٹی پر ہی اپنی پرواز ختم کرنی تھی۔

مطلع صاف تھا۔ فضائی اڈے سے کلیئرنس کا سگنل ملتے ہی طیارے نے زمین پر آنے کے لیے چکر کاٹنا شروع کر دیے۔

☆☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

حادثہ

سالٹ لیک سٹی سیاحوں اور تفریح پسندوں کا ایک اہم مرکز تھا۔ یہاں پہاڑوں کے دامن میں خوب صورت اور بلند ہوٹل اور خوش نما پارک تھے۔شہر سے لے کر جھیل تک شفاف اور سایہ دار سڑکیں تھیں۔جھیل میں پڑی ہوئی کشتیوں کے برف کی طرح سفید سفید بادبان طیارے پر سے ہی نظر آنے لگے تھے۔شہری علاقہ زیادہ بڑا نہ تھا، پھر بھی بڑا صاف ستھرا اور گھنی آبادی والا تھا۔یہ سب کچھ جہاز پر سے ہی دیکھ کر ریمنڈ، خان سے یہاں ایک دن قیام کے لیے اظہارِ خیال کر چکا تھا تا کہ اسی دوران میں ان سائنس دانوں کا پتا بھی لگایا جا سکے۔مگر امید کے مطابق خان نے فضائی اڈے پر ہی یہ معلوم کر لیا کہ کیلیفورنیا یونیورسٹی کا ایک ڈکوٹا آج ہی یہاں سے ڈینور کی طرف گیا ہے اور ساتھ اس کے تین چار گھنٹے بعد ایک سمیور کے تاجر نے، جو ایک چارٹرڈ ڈکوٹا سے یہاں پہنچا تھا، یہاں سے ایک دوسرا نجی طیارہ کرائے پر حاصل کر کے اسی طرف پرواز کی ہے۔ بآسانی اس قدر معلوم ہو جانے پر ان سراغ رسانوں کی نظر میں خود اس تعاقب اور اس کیس کی اہمیت کم ہونے لگی۔پھر بھی خان جانتا تھا کہ سلازار امریکہ کے لیے اجنبی ضرور ہے، لیکن اگر وہ کسی وجہ سے جنون میں آ گیا تو تہلکہ مچا دے گا۔اگر وہ صرف ملزم ہوتا تو کسی صورت بھی اسے قابو میں لانے یا ختم کرنے کی تدبیر ہو جاتی، لیکن وہ خود بھی ایک بڑا سائنس دان تھا، جس نے اپنی خوب صورت جوانی کا ناس محض ابدیت کے ایک فارمولے کے تجربے کی نذر کر کے ابدیت تو حاصل کی، لیکن ناکارہ۔کیوں کہ وہ اب گوشت پوست کا انسان نہیں رہا تھا۔سلازار کی شخصیت کا یہ راز اس نے امریکی سراغ رسانوں کو بھی نہیں بتایا تھا، کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ انھیں یقین نہ آئے گا۔حالانکہ وہ خود

اس پراسرار وجود پر گولیوں کی بوچھاڑ کر کے دیکھ چکے ہیں کہ اس کا بال بھی بیکا نہیں ہوا تھا۔اس نے سلازار کے بارے میں صرف اتنا بتایا تھا کہ وہ ایک خوف ناک مفرور مجرم ہے، جواب تک متعدد خون کر چکا ہے اور اسی لیے امریکی محکمہ پولیس اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ کی ہدایت پر ان کی مدد کر رہا تھا، کیوں کہ ہندوستان کی طرف سے اس کے لیے اس سے خصوصی درخواست کی گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

ان دونوں طیاروں کی سالٹ لیک سٹی سے روانگی کے بارے میں جان لینے کے بعد وہ کوشش کے باوجود کوئی ایسا طیارہ حاصل نہ کر سکے جو رات میں پرواز کر کے ۸ ہزار فٹ بلند اس پہاڑی سلسلے کو عبور کرتے ہوئے ڈینور کی طرف پرواز کر سکے۔ چنانچہ شب گزاری کے لیے انھیں پہاڑی حصے کے ایک سیاحوں کے ہوٹل میں رات بھر کے لیے کرائے پر دو کمرے لینے پڑے۔

سالٹ لیک سٹی میں ایک تیسری امریکی فضائی کمپنی، نیشنل ایئر ویز، نے انھیں دوسری صبح ۸ بجے ایک چھوٹا طیارہ ڈینور تک کی پرواز کے لیے کرائے پر دینے کا وعدہ کیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

دوسرے دن صبح وہ سات بجے ہی ہوائی اڈے پر پہنچ گئے۔حسبِ وعدہ ان کے لیے بشمول عملہ ۹ سیٹوں والا ایک چھوٹا طیارہ فضائی اڈے پر پہلے سے موجود تھا، جس کا پائلٹ کوئی نوجوان آئرش تھا۔

وہ ٹھیک آٹھ بجے سالٹ لیک سٹی سے اس طیارے میں ڈینور کی طرف روانہ

ہو گئے ۔ڈینور تک کی اڑان معمولی اڑان نہ تھی ۔طیارہ بلند پرواز کی ساخت کا تھا اور ڈینور کی بلندی دس ہزار فٹ سے بھی کچھ اونچی تھی ۔سالٹ لیک سٹی کے عقب کی پہاڑیاں عبور کرنے کے لیے طیارے کو ۹ ہزار فٹ تک پرواز کرنی پڑی ۔ جہاں تک سائنس دانوں کے مشن کا سوال تھا، خان کے لیے یہ مسئلہ اب حل طلب نہیں رہ گیا تھا، کیونکہ منزل بمنزل ان کا سراغ ملتا جا رہا تھا اور ایک بار ان تک پہنچ جانے کے بعد ان کے قیدی لاما کا بھی سراغ مل سکتا تھا ۔لیکن سمیور کے تاجر کی اس سمت میں اکیلی پرواز سے ضرور شبے میں مبتلا کر رہی تھی ۔ ''کہیں سلازار ان کا ہی تعاقب تو نہیں کر رہا ۔'' وہ یہی سوچ رہا تھا ۔ اس پر یقین کرنے میں کبھی کبھی ایک چھوٹی سی رکاوٹ حائل ہو جاتی ،اور وہ تھے اتنے گراں اخراجات جو امریکی سکے میں کم از کم سلازار جیسی شخصیت کے پاس پورے ہوں، یہ ممکن نظر نہیں آتا تھا ۔وہ اتنی دولت کہاں سے لا سکتا ہے، جب کہ وہ خود اس سرزمین کے لیے ایک اجنبی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا تھا ۔سالٹ لیک سٹی سے خان اور انسپکٹر ریمنڈ نے بڑے رینج کی دوربینیں لے لی تھیں اور سالٹ لیک سٹی کے عقب کی پہاڑیوں کو بھی وہ غور سے دیکھتے رہے تھے ۔ان پہاڑیوں کو عبور کرنے کے بعد سرسبز و شاداب میدانی علاقے تھے اور پھر کچھ سطح اونچی ہو کر پلیٹو کا ایک حصہ آ گیا تھا، جس کے بیچ و بیچ خاردار چپلون کے درخت تھے ۔

اندازے کے مطابق انھیں دوپہر کو ایک دو بجے تک ڈینور کے پہاڑی علاقے کے نزدیک پہنچ جانا تھا، لیکن وہ ڈیڑھ بجے سے کچھ پہلے ہی ان پہاڑیوں کے سلسلے پر پہنچ گئے ۔دور سے ہی ان بلند پہاڑوں پر جمی ہوئی برف سورج کی ہلکی روشنی میں چمک رہی تھی، لیکن ابھی اس طیارے نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ سپرنٹنڈنٹ خان نیچے دیکھتے دیکھتے چونک پڑا ۔

''مسٹر ریمنڈ ۔'' وہ دوربین آنکھوں سے لگائے ہوئے ہی ریمنڈ سے بولا ۔

''نیچے کوئی طیارہ شاید گر کر تباہ ہو گیا ہے۔''اس نے کہا۔ ریمنڈ بھی اپنی دوربین سے نیچے دیکھنے لگا۔

''ہاں ہے تو۔''اس نے کہا۔

''ضرور یا تو یہ کیلیفورنیا یونیورسٹی والا طیارہ ہے یا اس سمیور کے تاجر والا۔'' خان نے رائے دی۔

''اگر سائنس دانوں والا ہے، تو بڑے افسوس کی بات ہوگی۔ امریکہ اپنے چند قابل ترین انسانوں سے محروم ہو جائے گا۔ اور اگر سمیور کا تاجر والا ہے، تو ایسے سیکنڑوں روز مرا کرتے ہیں۔''انسپکٹر ریمنڈ نے جواب دیا۔

''طیارے کو یہیں کہیں اتروایا جا سکتا ہے کیا؟''خان نے پوچھا۔

''کینسٹن کی بستی کے سرے پر ایک چھوٹا سا ہوائی اڈہ ہے نا۔ دیکھو میں پائلٹ سے کہتا ہوں۔''یہ کہہ کر انسپکٹر ریمنڈ اپنی جگہ سے اٹھ کر پائلٹ کے پاس چلا گیا۔

''جہاز اس چھوٹے اڈے پر اتار سکتے ہو؟''

''کیوں نہیں۔''وہ بولا۔

''تو اتار لو۔ ہمیں ضروری کام ہے۔''وہ بولا۔

''بہتر ہے۔''پائلٹ نے جواب دیا۔ انسپکٹر بھی اپنی جگہ آ بیٹھا۔

جہاز اب ایک بڑا سا فضائی چکر لے کر پیچھے کی طرف لوٹنے لگا اور پھر رفتہ رفتہ اپنے پرواز کے دائرے کو مختصر کرتے ہوئے کینسٹن کے اڈے پر اتر آیا۔ یہاں مختصر عملہ تھا، جس نے لینڈنگ کے لیے کلیئرنس کا سگنل پہلے ہی دے دیا تھا۔

طیارے کے زمین پر آتے ہی وہ لوگ نیچے اتر آئے اور پائلٹ نے اسے شیڈ میں لے جا کر چھوڑ دیا۔ کیوں کہ ابھی یقینی طور پر یہ معلوم نہیں تھا کہ یہاں قیام میں کتنی دیر لگے گی۔

Akram Allahabadi

کینسٹن ٹاؤن میں انہوں نے کسی کو کچھ نہ بتایا۔ وہ معمولی طریقے پر کوہ پیمائی کے لیے استعمال ہونے والے جوتے اور ایک ایک سمور کے لبادے کرائے پر لے کر ڈینور کے اس ابتدائی پہاڑی سلسلے کی طرف چل پڑے۔ دوپہر کا کھانا انہوں نے سہ پہر کو اسی مقام پر کھالیا، حالانکہ ان میں سے کسی کو زیادہ بھوک نہ تھی۔

جس مقام پر انہوں نے گرے ہوئے طیارے کو اوپر سے دیکھا تھا، وہ بہت دور بھی نہ تھا اور زیادہ بلندی بھی نہ تھی، لیکن وہ کوئی گھاٹی ضرور تھی جس میں کھڑے ہوئے چنار کے درخت زمین میں دھنس گئے تھے اور ان کی ٹہنیاں برف سے لدی سفید نظر آرہی تھیں۔

تقریباً ڈھائی تین گھنٹوں کی جدوجہد کے بعد وہ اس تباہ شدہ طیارے کے نزدیک پہنچ گئے۔ طیارہ گر کر چور چور ہو گیا تھا اور پٹرول کی ٹنکی پھٹ جانے سے اس میں لگنے والی آگ نے ان تینوں لاشوں کو جھلسا دیا تھا جو غالباً اس کے عملے کی تھیں۔ ان کے علاوہ اور کوئی لاشیں دستیاب نہیں ہو سکیں۔ وہ دور دور تک تلاش کرتے رہے۔ اس طیارے پر کیلیفورنیا یونیورسٹی کا مونوگرام یا اس کا نام بھی نہیں تھا۔ اور نہ ہی تین سے زیادہ لاشیں ملی، اس لیے یقیناً یہ اس سمیور کے تاجر کا طیارہ تھا، لیکن اس کا تو کہیں پتا نہ تھا۔ ان کے طیارے کے پائلٹ نے بتایا تھا کہ ہر ڈکوٹا یا چھوٹے طیارے پر، تین آدمیوں پر مشتمل عملہ ہوتا ہے، اس لیے ممکن ہے یہ لاشیں ان ہی تینوں کی ہوں۔

''اگر وہ سمیور کا تاجر خود سلازار تھا تو اس کے مرنے یا اس کی لاش ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' خان نے کہا۔

''کیوں؟''

''اس لیے کہ نہ تو اسے آگ جلا سکتی ہے نہ حادثہ مار سکتا ہے۔ وہ حیرت انگیز طاقت کا مالک ایک متحرک انسانی ڈھانچہ ہے، جو اس قدر خوف ناک ہے کہ جس پر بگڑ

جاتا ہے پھر اس کی خیر نہیں۔'' خان نے جواب دیا۔

لیکن انسپکٹر ریمنڈ کو جیسے اس بیان پر پوری طرح یقین نہیں آ رہا تھا۔

''میری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ ایسا کوئی انسان روئے زمین پر ہو سکتا ہے جو صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو۔'' اس نے اب بھی اسے قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا۔

''وہ تم جانو، لیکن میں تو اس سے کئی بار رمڈ بھیڑ کر چکا ہوں۔ میں نے تو اسے ایک دو بار ختم ہی کر دیا تھا، مگر ہمارے سائنس دانوں کی غلطی سے اس کے مختلف ٹکڑے ایک بار پھر ملا دیے گئے اور وہ کمبخت پھر زندہ رہ گیا۔'' خان نے بتایا۔

''آپ تو الف لیلیٰ جیسی فینٹسی بیان کر رہے ہیں۔'' انسپکٹر نے اظہارِ حیرت کیا۔

''یہ بحث ہم پھر بھی کر سکتے ہیں، پہلے یہ معلوم کرنا چاہیے کہ آیا یہ وہی ڈکوٹا ہے یا...'' خان کہتے کہتے رک گیا۔ انسپکٹر ریمنڈ نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔

''ادھر آیئے، ادھر۔'' اس نے خان کو برف میں دھنسے ہوئے ایک ونگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ ''ڈکوٹا ہے اسی کمپنی کا، یہ ابھرا ہوا فولادی نشان اسی کا ہے، لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ طیارہ وہی ہے یا دوسرا۔'' انسپکٹر نے بتایا۔

''ہمارے آنے سے پہلے نہ تو کوئی اور طیارہ، سوائے ان دو کے، ادھر آیا ہے اور نہ اس سے پہلے کسی حادثے وغیرہ کی کوئی رپورٹ ملی ہے، ورنہ کم از کم سالٹ لیک سٹی والوں کو ضرور خبر ہوتی۔'' خان نے کہا۔

''دلیل معقول ہے۔ بہرحال اگر ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ کا شبہ ہے تو یقیناً یہ حادثہ بھی اسی مسافر کی حرکت ہوگی، میرا مطلب کہ سلازار کی۔ اور اس طرح اس مقام پر اس طیارے کا گرانا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ جس چیز کی تلاش میں آیا ہے وہ یہیں کہیں

Akram Allahabadi

ہوگی۔'' انسپکٹر ریمنڈ بولا۔

''وہ اس مشن کا تعاقب کر رہا ہے۔''

''مگر کیوں؟'' انسپکٹر نے پھر اس کا مطلب نہ سمجھتے ہوئے دریافت کیا۔

''وہ اس لاما کو حاصل کرنا چاہتا ہے جو ان لوگوں کی قید میں ہے۔ دراصل سنا گیا ہے کہ اس تبتی پراسرار لاما کے قبضے میں حیرت انگیز چیزیں ہیں جن میں سے ایک کوئی اس قسم کی جڑی بوٹی ہے جسے ایک خاص طریقے پر استعمال کرنے سے خشک پودوں کی بھی ذرا سی دیر میں ٹہنیاں پھوٹ پڑتی ہیں۔'' خان نے اسے سمجھایا۔

''یہ تو سائنسی عمل ہی ہو سکتا ہے۔''

''قدرت کے سربستہ رازوں کو جاننے والے بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو جدید سائنس سے نابلد ہوتے ہوئے بھی، بعض حیرت انگیز معلومات اور تجربوں کے حامل ہیں۔''

''اور یہ لاما ان میں سے ایک ہے؟''

''ہاں۔''

''تب تو ضرور یہ سلسلہ بہت دلچسپ اور پراسرار ہے، لیکن سلازار کیا کرے گا ان چیزوں کا؟''

''وہ بہت بڑا سائنس دان ہے۔ ابدی حیات حاصل کرنے کے ایک فارمولے کے تجربات نے اس کے خوب صورت جسم کو صرف ہڈیوں کے ڈھانچے میں بدل دیا تھا۔ اب وہ لاما سے یہ نسخہ اس امید میں حاصل کرنا چاہتا ہے کہ ممکن ہے اس کی مدد سے اس کے بدن پر پھر گوشت پوشت واپس لوٹ آئے اور وہ اپنی گئی ہوئی ہیئت دوبارہ پا جائے۔'' خان نے بتایا۔

''سارجنٹ۔'' انسپکٹر نے سارجنٹ مور کو پکارا۔ ''تم اپنے ڈکوٹا سے وائرلیس

کال کے ذریعے سالٹ لیک سٹی کے فضائی اڈے کو اطلاع دے دو کہ ایمرسن کا ایک طیارہ جسے حادثہ پیش آ گیا ہے، یہاں گرا پڑا ہے اور اس کے ساتھ تین جلی ہوئی لاشیں بھی۔ ہم لوگ آگے تلاش کرتے ہیں، تم اطلاع کر کے جلد آؤ۔'' ریمنڈ نے اسے ہدایت کی۔

''مگر میں اکیلا کہاں جاؤں گا، سر۔ آپ لوگ دور نکل گئے تو تلاش میں بڑی دقت ہوگی۔''

''بالے تم بھی ساتھ جاؤ۔'' خان نے بالے کو ہدایت کی۔

''پھانسی۔'' بالے بڑبڑایا۔ ''چل بھئی، سارجنٹ۔'' وہ برا سا منہ بناتے ہوئے ساتھ ہو لیا۔ ''دو دو حرام خور ساتھ موجود ہیں، ان کی مزاج پرسی نہیں کی گئی، ایک میں ہی غریب ملا تھا۔'' وہ خان کے پاس سے گزرتے ہوئے بڑبڑایا۔

''جن کی جیسی اوقات ویسا کام۔'' اسرار آہستہ سے بول اٹھا۔

''ابے بنا سپتی آلو، کٹے پر نمک چھڑکا تو برفستان میں ایک خون کر دوں گا۔'' وہ اسرار سے الجھ پڑا۔

''چل بھئی، بہت بہادر ہے، معلوم ہے۔'' اسرار نے ٹال دیا اور وہ سارجنٹ مور کے ہم راہ زیرِ لب بڑبڑاتا ہوا چل دیا۔

''ہمیں برف پر ان کے قدموں کے نشانات تلاش کرنے چاہئیں۔'' خان بولا۔

''کاش ہم شکاری کتے بھی ساتھ لے لیتے۔ ایسے تعاقب کے لیے وہ بہترین مددگار ثابت ہوتے ہیں۔'' انسپکٹر ریمنڈ نے کہا۔

''اس کی ضرورت نہیں، ویسے ہی کام بن جائے گا۔'' یہ کہہ کر خان گرے ہوئے ڈکوٹا کے چاروں طرف برف پر پڑے ہوئے نشانات تلاش کرنے لگا۔ ریمنڈ، اسرار اور ابراہیم بھی اس کام میں مشغول ہو گئے۔ دوسرے ہوتے تو ان جلی ہوئی بگڑی

لاشوں کو دیکھ دیکھ کر ان کے قریب رہنے سے جھجکتے ،لیکن ان کے لیے یہ موتیں اور لاشیں کوئی نئی چیز نہیں تھیں۔ زندگی میں نہ جانے کتنے حادثات، کتنے قتل، کتنی موتیں اور کتنی لاشیں وہ بارہا دیکھ چکے تھے اور یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے ان کے دل جیسے پتھر کے ہو گئے تھے۔

برف میں شمال مغرب کی طرف کچھ دور تک صرف ایسے نشانات نظر آ گئے جو انسانی قدم کہے جا سکتے تھے، کیونکہ چلنے والا ایڑی کے دباؤ پر چل رہا تھا اور برف میں پڑنے والے ہلکے گڑھے ایڑی کے نشان ہی معلوم ہوتے تھے۔

''برف کی نرمی اور نشان کا اتھلا پن ثابت کرتا ہے کہ جانے والا بڑے ہلکے وزن کا آدمی تھا اور یقیناً اس طرف سے کوئی بچہ تو گزر کر گیا نہ ہوگا، ضرور وہ سلازار ہے۔'' خان ان نشانات کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

''تو چلیے، پھر ان نشانات پر ہی بڑھیں۔'' انسپکٹر ریمنڈ نے کہا۔

چنانچہ ان نشانات کو دیکھتے ہوئے وہ شمال مغرب کی طرف چلنے لگے۔ وہ نشان کچھ دور جا کر ختم ہو گئے تھے اور ان کی بجائے برف پر ایک ہلکی سی لکیر سی کچھ دور تک چلی گئی تھی۔ پھر آگے ایک اونچائی کے پاس سے یہی نشانات شروع ہو گئے۔ اسی طرح تقریباً ایک ڈیڑھ میل چل کر ایک جگہ انسپکٹر چونک پڑا۔

''مسٹر خان، یہ دیکھیے۔ یہ نشانات اچانک بدل کیسے گئے؟'' وہ بولا۔ خان بھی غور سے ان نشانات کو دیکھنے لگا۔ علیحدہ علیحدہ قدموں کے پڑنے والے نشانات میں یہاں عجیب بات پیدا ہو گئی تھی۔ ان میں سے ایک نشان اگر ایڑی کا پڑتا تھا تو دوسرا عجیب وغریب جیسے بطخ کے پنجے کا، لیکن یہ کافی بڑا تھا۔ اس کی شکل بالکل کسی پنج شاخے سے مشابہ تھی اور اس کے سروں پر گڑھے پڑ جاتے تھے۔

''اوہ!'' خان چونک پڑا۔ ''اس کا ایک جوتا شاید ٹوٹ گیا ہے۔ یہیں آس

پاس ملے گا۔'' یہ کہہ کر وہ دائیں بائیں گڑھوں اور ڈھلوان پر کچھ تلاش کرنے لگا۔ انسپکٹر ریمنڈ اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

''وہ رہا۔'' اسرار ایک طرف سے چیخا۔ اور خان نے پلٹ کر دیکھا، جس جگہ کو وہ لوگ چھوڑ کر آگے بڑھ گئے تھے وہیں سے قریب ایک ڈھلوان پر چمڑے کا ایک جوتا لڑھکا پڑا ہوا تھا۔ اسرار خود ہی دوڑ کر اسے اٹھا لیا۔ اس جوتے نے پنجے سے منہ کھول دیا تھا۔

''کچھ آگے جا کر ہمیں شاید دوسرا جوتا بھی مل جائے، کیوں کہ وہ ایک پیر میں جوتا پہن کر زیادہ آرام سے نہ چل سکا ہوگا۔'' یہ کہہ کر خان پھر آگے بڑھنے لگا اور انسپکٹر ریمنڈ غور سے اس کی یہ کاروائیاں دیکھتا چپ چاپ ساتھ چل رہا تھا۔ خان نے ٹھیک ہی اندازہ لگایا تھا۔ کچھ دور آگے جا کر برف پر وہ نشانات اور دھندلے اور یکساں ہو گئے تھے۔ اب ایڑی کا نشان غائب ہو کر دونوں نشان ان ہی پنج شاخوں کے نظر آ رہے تھے۔

''یہاں سے وہ بالکل ننگے پیر ہو گیا ہے اور ممکن ہے آگے ہمیں اس کے قدموں کے نشانات بھی نہ مل سکیں۔''

انسپکٹر کو ان عجیب و غریب نشانات کو دیکھنے کے بعد خان کے اس بیان پر کچھ کچھ یقین ہو چلا تھا، جس کے ساتھ ہی سلازار کی پراسرار شخصیت کا ایک نامعلوم رعب لاشعوری طور پر اس پر چھانے لگا تھا۔

''کیوں نہ ان لوگوں کا اب انتظار کر لیا جائے۔'' انسپکٹر ایک جگہ رک کر بولا۔

''ہاں، کوئی حرج نہیں۔'' خان بھی ایک جگہ تھک کر بیٹھ گیا اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ پیش آنے والے حالات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

تقریباً دس منٹ کے بعد ہی وہ لوگ دور سے آتے نظر آ گئے۔

''کیوں؟ کیا ہوا؟'' ان کے قریب آتے ہی خان نے پوچھا۔

''راستے میں ایک شیر ملا تھا۔ میں نے دم پکڑ کر گھسیٹی تو دم میرے ہاتھ میں رہ گئی اور وہ بھاگ گیا۔'' بالے نے جواب دیا۔

''آپ بھی اس کے ساتھ کیوں نہ بھاگ گئے۔'' خان نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''بھاگنا بزدلوں کا کام ہے۔'' بالے اکڑ کر بولا۔

''شیر کی دم کہاں ہے؟'' وہ اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے بالے کی بے ہودگیوں میں دلچسپی لیتے ہوئے بولا۔

''اس کی جیب میں ہوگی۔'' اسرار بول اٹھا۔

''صرف جیب کترے ہی کسی کی جیب کے اندر کا حال جانتے ہیں۔'' بالے نے اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔

''آخر ہوا کیا؟'' انسپکٹر ریمنڈ نے سارجنٹ مور سے پوچھا۔

''ہم نے اطلاع دے دی ہے اور وہاں سے تحقیقات کے لیے طیارہ روانہ ہو چکا ہوگا۔'' مور نے بتایا۔

''چلو آگے بڑھیں۔'' خان اٹھتے ہوئے بولا۔ اور پھر سب ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔

''ابھی ہمیں کتنے ہزار میل اور چلنا ہوگا؟'' بالے نے اپنے پیر جھٹکتے ہوئے پوچھا۔

''زیادہ نہیں، صرف پچاس میل۔''

''پچاس میل!'' وہ چونک پڑا۔ ''اور وہ بھی یعنی پاؤں پاؤں۔''

''نہیں، آپ کو اگر شوق ہو تو گھٹنوں کے بل چلیے۔'' خان یہ کہہ کر آگے ہو لیا۔

''یہ آپ کا اسسٹنٹ تو بہت لڑتا ہے آپ سے۔'' ریمنڈ نے ہنستے ہوئے خان

سے پوچھا۔

''پیدائشی بدتمیز ہے، صاحب۔'' اسرار پھر بیچ میں ٹپک پڑا۔

''سخت انسلٹ ۔آپ اس بکرے کو سزا دیجیے ورنہ میں یہیں برف میں اپنی قبر بنالوں گا۔'' بالے برف پر پیر پسار کر بیٹھ گیا۔

''مرنے دو اسے وہیں، تم لوگ بڑھے چلو۔'' خان نے اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دوسروں سے کہا۔

''او نیلی چھتری والے، تو دیکھ رہا ہے ایک وفادار سارجنٹ کی یہ ناقدر۔'' وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فریاد کرنے لگا۔انسپکٹر ریمنڈ کو ہنسی آ گئی۔

''بڑا نخرے باز ہے یہ سور۔'' سارجنٹ مور نے جو بالے سے بالکل بے تکلف ہو چکا تھا دبی زبان سے کہا۔

''او بھئی مور جنٹ، میں نے سن لیا ہے۔''

''بیٹھے رینکتے رہو، ہمارے پاس فالتو وقت نہیں ہے۔'' سارجنٹ نے دور سے جواب دیا۔

اور یہ دیکھ کر کہ کوئی اس کی اس حرکت پر توجہ نہیں دے رہا ہے، وہ منہ بنا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''میں اپنی ستیہ گرہ واپس لے رہا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ تیز تیز چلتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔

وہ برف سے ڈھکے ہوئے بلند سطح کے ٹیلوں پر چڑھتے، اترتے تقریباً سات آٹھ میل دور نکل آئے اور اب بتدریج بلندی کی طرف جا رہے تھے۔ برف کی تہ میں دبے ہوئے درختوں کی اوپری شاخیں یا پھنگیاں انھیں کہیں کہیں نظر آتیں۔ کہیں برف کے نیچے دبی ہوئی چٹانوں کے کٹاؤ میں کچھ برف سے ڈھکی ہوئی جھاڑیاں بھی دکھائی

دے جاتیں۔

''انسپکٹر ریمنڈ، وہ کیا ہے؟'' خان نے چونک کر دوربین ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ اور ایک جھاڑی کے قریب اونچائی پر کوئی سیاہ سی چیز اٹکی نظر نظر آ رہی تھی۔

''کوئی لاش ہے شاید۔'' خان نے دوربین انسپکٹر ریمنڈ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''یہی معلوم ہوتا ہے۔'' ریمنڈ نے تائید کی۔ اور وہ آگے پیچھے جلدی جلدی قدم اٹھاتے ہوئے اوپر پہنچ گئے۔

واقعی ایک سفید فام آدمی کی لاش اس جھاڑی میں الجھی ہوئی تھی۔ لاش تازہ تھی، لیکن اس پر زخموں کا کوئی نشان نہ تھا۔

''پروفیسر ڈریک۔ میں اسے جانتا ہوں۔ یہ مشہور سائنس دان تھا یہاں کا۔'' انسپکٹر نے چونک کر بتایا۔ ''اس کی تصویریں بارہا اخباروں میں چھپ چکی ہیں۔''

''تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مشن کا آدمی ہے جو طیارے کے ذریعے اس طرف آیا ہے۔'' خان بڑبڑایا۔ ''ٹھہرو، ابھی معلوم ہو جاتا ہے سب کچھ۔'' یہ کہہ کر خان اس لاش پر جھک گیا اور غور سے اس کی گردن کو دیکھنے لگا۔ اس کی گردن پر پتلی پتلی انگلیوں کے گڑھے پڑے تھے۔

''اب کسی شبے کی گنجائش نہیں، یہ کام صرف سلازار کا ہے۔ اس کی ہڈیاں فولاد کی طرح مضبوط اور طاقتور ہیں اور اس کی گرفت میں آنے والی گردن اسی وقت چھوٹتی ہے جب آدمی کا دم نکل جاتا ہے۔ وہ ضرور ان لوگوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔'' خان نے بتایا

انسپکٹر ریمنڈ اور دوسرے اب تو سلازار کی موجودگی پر یقین کرتے ہوئے ایک نامعلوم سا خوف سا محسوس کرنے لگے، لیکن خان نہ جانے کیا سوچ رہا تھا۔ لاش

ضرور اوپر سے لڑھک کر آئی تھی، وہ کچھ دیر تک اوپر دیکھتا رہا، پھر اوپر کی طرف دوڑنے لگا۔ ریمنڈ، اسرار اور ابراہیم بھی اس کے پیچھے دوڑ پڑے، البتہ دونوں سارجنٹ لاش کا معائنہ ہی کرتے رہ گئے۔ اوپر پہنچ کر خان نے دوسری طرف جھانکنا شروع کیا، مگر حد نگاہ تک سفید برف کے سوا کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔

''وہ دیکھیے، دور کچھ سیاہ دھبے نظر آرہے ہیں۔'' اسرار نے پیچھے سے ٹوکتے ہوئے خان کو انگلی سے ایک طرف اشارہ کیا۔

''برفستانی بھیڑیے ہوں گے۔'' ابراہیم نے اپنی بھی رائے شامل کر دی۔ لیکن خان دوربین سے دیکھنے لگا۔

''وہ پانچ آدمی ہیں۔'' خان نے خود ہی کہا۔ ''اور شاید اسی طرف آرہے ہیں۔ ہمیں یہیں ٹھہرنا چاہیے۔'' وہ اور غور سے دیکھ کر بولا۔

''تمہارے پاس پاکٹ کمیونیکیٹر ہے، مور؟'' انسپکٹر ریمنڈ نے آواز دے کر سارجنٹ مور سے پوچھا۔

''یس سر،'' مور نے وہیں سے جواب دیا۔

''یہاں لاؤ۔'' اس نے حکم دیا اور سارجنٹ پاکٹ کمیونیکیٹر جیب سے نکال کر لے آیا۔ اس نے ٹرانسمٹنگ راڈ کیس سے باہر کھینچ کر کال کرنا شروع کیا۔

''ایف بی آئی کالنگ، اے پی پی۔ ایف بی آئی کالنگ، اے پی پی۔''

''اے پی پی لیک زون اٹنڈنگ۔ ایف بی آئی اے پی پی لیک زون ہیئر۔'' اس کے کان میں کچھ دیر بعد آواز سنائی دی۔

''ڈینورماؤنٹین کے مشرقی پہاڑیوں میں ایک تباہ شدہ طیارہ برف میں دھنسا ہوا ہے، اوور۔ تین جلی ہوئی لاشیں ملی ہیں، اوور۔ اس سے تقریباً ۹ میل شمال مغرب میں مشہور امریکی سائنس دان پروفیسر ڈریک کی لاش ایک جھاڑی میں الجھی ہوئی ملی ہے،

اوور۔''

''پروفیسر ڈریک۔'' دوسری طرف سے چونکا ہوا سوال ہوا۔

''ہاں، انھیں کسی پراسرار طاقت نے گلا گھونٹ کر مار ڈالا ہے۔ اوور۔ ہم قاتل کی تلاش میں ہیں، اوور۔''

''بڑی عجیب بات ہے مگر ہم کیا مدد کر سکتے ہیں؟''

''میرے شریک کار سراغ رساں افسر کا خیال ہے کہ وہ پراسرار قاتل ابھی یہیں کہیں برفستانی پہاڑیوں پر ہی ہوگا، اوور۔ فضائی تعاقب کیا جانا چاہیے، اوور۔''

''کیا وہ اکیلا ہے؟ اوور۔''

''ممکن ہے اس کے ساتھ ایک آدمی اور بھی ہو، اوور۔''

''اچھا، ہم اوپر سے تلاش کرتے ہیں، اوور۔'' اس کے بعد سلسلہ منقطع ہوگیا اور انسپکٹر نے کمیونیکیٹر سارجنٹ کے حوالے کر دیا۔

''تم لنک قائم رکھواے پی پی سے۔'' وہ بولا۔

''یہ اے پی پی کیا بلا ہے؟'' بالے نے مور سے پوچھا۔

''ایئر پٹرولنگ پولیس۔'' مور نے کمیونیکیٹر سے کان لگاتے ہوئے جواب دیا۔

خان اور انسپکٹر ریمنڈ خود ہی ڈھلوان اتر کر، آنے والوں کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ لوگ جو چہرے سے کافی تھکے ہوئے معلوم ہوتے تھے، گرم لبادوں میں ملبوس تھے۔ وہ انھیں حیرت سے دیکھنے لگے۔

''آپ لوگ کون ہیں؟'' انسپکٹر نے خود ہی ان سے انجان بن کر پوچھا۔ حالانکہ ان میں سے چند کو وہ پہچان گیا تھا۔ وہ ان کی تصویریں دیکھ چکا تھا۔ یہ کیلیفورنیا یونیورسٹی کے طبعی سائنسی تحقیق کے شعبے کے ایڈوانس کمیشن کے ممبر تھے، جنھوں نے

Akram Allahabadi

دو سال پہلے ایک نیا انجکشن ایجاد کیا تھا جس کے اثر سے نا بیناؤں کو بینائی مل جاتی تھی اور کم زور سے کم زور آدمی توانائی محسوس کرنے لگتا تھا۔لیکن اس انجکشن کی ایک خصوصیت اور بھی تھی۔وہ بے اولاد لوگوں کو صاحبِ اولاد بنا دیتا تھا۔ان کی اس کامیاب تحقیق کا فارمولا بھی بالکل نیا تھا جن کی وجہ سے انھیں کافی شہرت ملی۔ان کی بعض دوسری سائنسی ایجادیں بھی مشہور تھیں۔

''ہم اپنے دو ساتھیوں کو تلاش کر رہے ہیں۔وہ یہیں کہیں کھو گئے ہیں۔''ان میں سے ایک نے کہا،لیکن شاید فوراً بعد اسے کچھ احساس ہو گیا اور آپ سے آپ سٹ پٹا گیا۔

''ایک لاش اس ٹیلے کے پیچھے ایک جھاڑی کے پاس پڑی ہوئی ہے،شاید وہ آپ کے ہی ساتھی کی ہو۔''یہ کہتے ہوئے انسپکٹر ریمنڈ اور خان دونوں انھیں وہ لاش دکھانے کے لیے پلٹ پڑے۔

''لاش۔''ان میں سے دو نے حیرت سے کہا۔اور خان نے غور کیا کہ ان سب کے چہروں پر سراسیمگی سی دوڑ گئی۔

وہ انھیں اس لاش تک لے آئے۔اسے دیکھتے ہی ان میں سے سب سے آگے والا آدمی دوڑ کر اس پر جھک گیا۔

''اف،تو وہ فرار ہو گیا کمبخت۔''وہ دانت پیس کر بولا۔

''وہ کون؟''انسپکٹر ریمنڈ نے سوال کیا۔

''یعنی ہمارا ایک اور ساتھی۔''اس نے کسی قدر گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اسے تلاش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔''انسپکٹر نے معنی خیز لہجے میں کہا اور پھر خان کی طرف دیکھا۔وہ دونوں مسکرا دیے۔

''سر،ایک نقطۂ سیاہ۔''سارجنٹ نے انسپکٹر سے کہا۔

''وہاٹ؟''انسپکٹر نے برا سا منہ بنا کر پوچھا۔

''اے پی پی نمبر ے رپورٹنگ، سر۔''اس نے جواب دیا۔

''لوکیشن؟''

''شمال مشرق کی طرف ڈھلوان میں دو سیاہ نقطے رینگ رہے ہیں۔''

''اسرار تم اور ابراہیم اس لاش کو کسی طرح ڈکوٹا تک پہنچا دو اور وہیں ہمارا انتظار کرنا۔''خان نے دونوں کو ہدایت کی۔

''بہتر ہے۔''اسرار نے جواب دیا اور پھر وہ لاش کی طرف متوجہ ہو گئے۔

''ہمیں افسوس ہے کہ یہ لاش آپ لوگوں کے سپرد نہیں کی جا سکتی، لیکن کیا میں آپ لوگوں کے اس طرف آنے کا مقصد پوچھ سکتا ہوں؟''انسپکٹر نے پروفیسر لوناڑ سے پوچھا۔وہ ان کا سربراہ معلوم ہوتا تھا۔

''شاید آپ کو معلوم نہیں کہ اس کمیشن کے تمام تحقیقاتی کام خفیہ راز کے ہوتے ہیں اور حکومت بھی تا وقتیکہ ہم خود نہ بتائیں ہم سے کچھ پوچھ نہیں سکتی۔''پروفیسر نے کسی قدر اینٹھتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔اس کا یہ لہجہ خان اور ریمنڈ وغیرہ کو اگرچہ ناگوار گزرا لیکن وہ خاموش ہو رہے۔ریمنڈ جانتا تھا کہ ان سائنس دانوں کے اختیارات کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔

وہ انھیں ان کے حال پر چھوڑ کر شمال مشرق کی طرف چلنے لگے۔سائنس دان آپس میں کچھ دیر مشورہ کرتے رہے اور پھر وہ خود بھی اسرار اور ابراہیم کے پیچھے روانہ ہو گئے۔وہ دونوں اس وقت ریڈ کراس کے رضا کاروں کی طرح پروفیسر ڈریک برٹلے کی لاش اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ڈریک برٹلے کا خون معمولی بات نہ تھی، لیکن ابھی اسے صرف یہ برفستانی ویرانے ہی جانتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆

پیدل تعاقب کی طرح فضائی تعاقب بھی بے سود رہا۔ وہ دو انسانی سائے جو ایئر پٹرولنگ پولیس کے طیارے کو دور سے نقطۂ ہائے سیاہ نظر آ رہے تھے، پہاڑی ڈھلوان میں نہ جانے کہاں غائب ہو چکے تھے۔ خان اور ریمنڈ نے حتی المقدور دور دراز کے فاصلے چھان مارے، لیکن کہیں ان کا سراغ نہ ملا۔ اے پی پی کے طیارے نے بھی بالآخر اپنی ناکامیابی کی اطلاع دے دی اور پانچ چھ گھنٹوں کے بعد مایوس اور تھکے ہوئے لوٹ آئے۔

پروفیسر برٹلے کی لاش طیارے پر سوار کرائی جا چکی تھی اور انھیں اب جلد از جلد سالٹ لیک سٹی پہنچنا تھا تاکہ وہاں سے ڈینور کے اس پار کی مضافاتی پولیس کو بھی مطلع کیا جا سکے کہ وہ اپنے علاقے میں ان دو پراسرار اجنبیوں کو تلاش کرے جن میں سے ایک ہو سکتا ہے کہ عجیب و غریب وجود کا حامل ہو۔

تیز پرواز کے ساتھ تین گھنٹے بعد وہ دن ڈھلتے ڈھلتے سالٹ لیک سٹی واپس پہنچ گئے، لیکن ان سے پہلے پروفیسر برٹلے کے خون کی خبر یہاں آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔ سائنس دانوں کی پارٹی ان سے پہلے ہی یہاں پہنچ گئی تھی اور اخبار رپورٹر بھی پہلے ہی سے ہوائی اڈے پر موجود تھے۔ ان کے طیارے کے زمین پر رکتے ہی رپورٹروں نے انھیں گھیر لیا۔ وہ مشہور سائنس دان برٹلے کے خون کی تفصیل جاننا چاہتے تھے۔

''ابھی ہم آپ کو صرف اسی قدر بتا سکتے ہیں کہ ہمیں ان کی لاش ڈینور کی ایک برفیلی چوٹی پر ملی ہے۔'' انسپکٹر ریمنڈ نے مجبور ہو کر رپورٹروں کو بتایا۔

''لیکن آپ کے اندازے سے یہ خون کیوں، کس طرح اور کن ہاتھوں سے ہو سکتا ہے؟'' ڈیلی ہیرالڈ کے رپورٹر نے اس سے سوال کیا۔

''ابھی ہم اس معاملے پر زیادہ روشنی نہ ڈال سکیں گے۔'' انسپکٹر نے کہا۔ وہ ''ہم'' کا لفظ اس لیے استعمال کر رہا تھا کہ کہیں ہندوستانی سراغ رساں سپرنٹنڈنٹ خان

کو ''میں'' ناگوار نہ گزرے۔ وہ چاہتا تھا کہ رپورٹر کچھ سوالات اس سے بھی کریں، لیکن خان نے خود ہی کچھ ایسی شکل بنا رکھی تھی جیسے وہ یا تو ان کی ہی طرح کوئی غیر متعلق آدمی ہو یا کچھ جانتا نہ ہو۔

''لیکن ہمیں ایک ایسے پراسرار وجود کی تلاش ہے جو صرف خوفناک ہی نہیں بلکہ حیرت انگیز بھی ہے اور غالباً یہ خون بھی اس نے کیے ہیں۔'' ریمنڈ نے بتایا۔

''کیے ہیں؟'' ایک رپورٹر نے حیرت سے سوال کیا۔

''جی، کیوں کہ ڈکوٹا کی تباہی والا حادثہ بھی اسی سلسلے کی کڑی معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے وہ گرا نہ ہو بلکہ گرایا گیا ہو۔'' ان کے لئے انسپکٹر نے ایک اور سنسنی خیز انکشاف کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

اخبارات کو پروفیسر برٹلے کے خون کی اطلاع ملتے ہی تمام امریکہ میں خبر پھیل گئی۔ اس کا شمار امریکہ کے ممتاز سائنس دانوں میں ہوتا تھا۔ اس لیے سب ہی اس کی پراسرار موت سے متعلق قیاس آرائیوں سے دلچسپی لے رہے تھے اور ہر طرف سے یہ سوال کیا جا رہا تھا کہ سائنس دانوں کا یہ مشن وہاں کیوں گیا تھا اور موت کس طرح واقع ہوئی۔ پولیس نے اور زیادہ تفصیلات پریس کو نہیں دی تھیں، کیوں کہ اسے ابھی کمیشن کے ممبروں کا بیان لینے کے لیے سرکاری طور پر اجازت نہیں ملی تھی، جس کے لیے سرکاری طور پر بھی رازداری برتی جا رہی تھی۔ اس چیز نے اس کیس کی نوعیت کو اور زیادہ اہم اور پراسرار بنا دیا تھا۔ خود پولیس کے عہدیدار یہ نہیں سمجھ پا رہے تھے کہ کمیشن کے ممبروں کے اس غائب ہو جانے والے ساتھی کے بارے میں کچھ بتانے سے کیوں گریز کیا جا رہا ہے، جس پر پروفیسر برٹلے کے خون کا شبہ کیا جا سکتا ہے۔

Akram Allahabadi

واپس آ کر لاس انجلو میں انسپکٹر ریمنڈ، خان اور اس کے ساتھیوں کے قیام کا تیسرا دن تھا، لیکن مختلف طریقے آزماتے ہوئے بھی وہ اس کا کوئی یقینی سراغ نہیں نکال سکے تھے۔ ویسے خان کو پورا یقین تھا کہ وہ گمشدہ آدمی سوائے لاما کے اور کوئی نہیں ہو سکتا ہے۔ لیکن برٹلے کا خون اس نے نہیں کیا۔ یہ صرف وہی جانتا تھا اور ویسے بھی ریمنڈ نے کیونکہ سلازار جیسی ہیبت ناک شخصیت کو کبھی دیکھا نہ تھا، اس لیے اسے یہ سمجھانا بے سود تھا کہ مقتول پروفیسر کی گردن پر بنی ہوئی انگلیوں کے نشان جو کافی گہرے اور نمایاں تھے صرف سلازار کے ہی ہو سکتے ہیں۔ یہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا اگر کمیشن کے ممبران اسے تسلیم کر لیتے کہ ان کا چھٹا گم شدہ ساتھی دراصل ان کا قیدی تبتی لاما تھا۔ لیکن کیونکہ تبت میں ایک جغرافیائی تحقیق کے لیے جانے والے اس کمیشن کے ممبر اسے وہاں سے اغوا کر کے لائے تھے جو بذاتِ خود ایک غیر قانونی اور غلط اقدام تھا، اس لیے وہ اس سلسلے میں خاموشی اور رازداری سے کام لے رہے تھے۔ خان بہر صورت اب کی بار یہ فیصلہ کر کے ہی آیا تھا کہ سلازار کو زندہ یا مردہ یہاں سے لے کر ہی جائے گا، اس لیے وہ کمیشن کے ممبران کے بیانات کے چکر میں پڑنے کی بجائے اب براہِ راست اپنا کام کرنا چاہتا تھا۔ اس نے واشنگٹن سے ہی تمام امریکہ میں آزادانہ نقل و حرکت اور بااختیار پولیس امداد کے لیے اتھارٹی لیٹر لے لیا تھا۔ اس نے انسپکٹر ریمنڈ کے سپرد سائنس دان پروفیسر برٹلے کے خون اور ڈکوٹا کے حادثے کی تحقیق کی ذمہ داری چھوڑ کر اسی دن لاس انجلو کے ایک علیحدہ بین الاقوامی نوعیت کے ہوٹل، ڈی نیشیا، میں عارضی طور پر قیام کر لیا۔ اس نے انسپکٹر ریمنڈ کو مطلع کر دیا کہ اب وہ اپنے طور پر کام کرے گا اور وہ اس کے لیے آزاد بھی تھا۔ ریمنڈ نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے پروفیسر برٹلے کے خون اور قتل کے متحرک اسباب، حالات اور طریقِ قتل وغیرہ کی تفتیش کا ذمہ اپنے سر لے لیا۔ فضائی ہیڈ کوارٹرز سے ڈکوٹا کے حادثے کے لیے تحقیقاتی پارٹی جا چکی تھی، لیکن وہ خود ابھی اس کی قابلِ

اطمینان حد تک تفتیش کرنا چاہتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

اسی شام ہوٹل ڈی نیشیا میں دو برمی ایک ٹیبل کے گرد بیٹھے آپس میں کچھ رازدارانہ گفتگو کر رہے تھے۔ ہوٹل کے نچلے دونوں ہال مہمانوں سے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے، تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ کسی نسلی کشش یا پھر نفسیاتی اثر کے تحت زیادہ تر سیاہ فام یا ایشیائی باشندے ایک طرف تھے۔ ویسے بعض یورپین یا امریکی بھی جو زیادہ ترقی پسند اور رنگ و نسل کے قائل نہ تھے ان کے درمیان آ بیٹھے تھے اور بعض ایشیائیوں سے انھوں نے باتوں باتوں میں دوستی بھی پیدا کر لی تھی۔

وہ دونوں برمی اس جگہ کے لیے غیر مانوس ہوتے ہوئے بھی کافی زندہ دل اور بے جھجک معلوم ہوتے تھے۔ انھوں نے اس شان دار ہوٹل کے ہال کو خالہ جی کا گھر سمجھ لیا تھا۔ وہ دوسروں کی پرواہ کیے بغیر اپنی گفتگو جاری رکھے ہوئے تھے۔ اور کبھی بے وقوفوں کی طرح ہنس رہے تھے۔

اس ہوٹل کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس کے اٹینڈنٹس اور ویٹروں میں ہر ملک کے کم از کم ایک دو ویٹر ضرور تھے جو ہوٹل میں آنے والے اپنے ملک کے سیاحوں یا مہمانوں کے لیے زیادہ مفید اور قریب ثابت ہوتے۔ ایک برمی بیرے نے دور سے ہی ان دونوں کو تاڑ لیا اور یہ دیکھ کر کہ ان کی طرف دوسرے ویٹر متوجہ نہیں ہو رہے وہ خود ہی آ پہنچا۔

''کچھ خدمت کر سکتا ہوں آپ کی، جناب؟'' اس نے نہایت مہذب پیرائے میں ذرا سا جھک کر پوچھا۔

اس وقت ان میں سے ایک برمی مہمان کی نگاہیں اس ٹیلی ویژن اسکرین کی

طرف تھیں، جہاں اس وقت عالمی شہرت کے ویٹ لفٹر مارکیانو کا مظاہرہ کمال ٹیلیوژن پر دکھایا جا رہا تھا۔

''یہ پہلوان ہے یا جنگلی سور؟'' اس نے اپنے ساتھی سے رخ پھیرے بغیر برمی زبان میں پوچھا۔قریب آیا ہوا برمی ویٹر یہ سنتے ہی بے اختیار ہنس پڑا۔ مدت کے بعد اس نے اپنے ملک کے آدمیوں سے اپنی زبان میں ایک پر مزاح جملہ سنا تھا۔

''جناب، کچھ حاضر کروں؟'' اس نے پھر مودب طریقے سے انھیں ٹوکا۔

''آں، ہاں، ایک جنگلی سور، آئی ایم ساری ایک کوارٹر شمپین۔'' وہ بے خودی سے چونک کر بولا۔

''شمپین زنانہ شوق ہے، کوئی ایسی چیز پیو کہ کلیجہ کٹ کر بہہ جائے۔'' اس کے ساتھی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''مجھے شمپین کی جنسیت نہیں معلوم تھی، خیر تم کوئی مذکر لاؤ۔'' اس نے بیرے کو مخاطب کیا۔

''جاؤ، بھئی۔ یہ پیدائشی بدھ ہے۔تم کوئی اچھا سا کولڈ ڈرنک لے آؤ۔'' دوسرے نے سمجھایا۔

''آپ لوگ برما کے ہیں نا؟'' ویٹر نے ان کا آرڈر نوٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

''اور آپ کو کیا ہم آسام کے نظر آرہے ہیں۔'' پہلا آدمی مارکیانو کا مظاہرہ بھول کر اسی طرف پلٹ پڑا۔

''جی نہیں، میرا مطلب، میرا مطلب ہے کہ میں بھی برما کا ہوں۔''

''اوہ، بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر، ویٹر صاحب۔آپ شاید مدت سے ویٹ کر رہے تھے ہمارا۔'' پہلا برمی قطعی بے تکلف انداز میں بول پڑا۔لیکن دوسری

Akram Allahabadi

میزوں پر بیٹھے ہوئے لوگ اسے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگے، جیسے وہ سوچ رہے ہوں کہ آیا یہ سیاہ فام برمی کسی صورت مہذب کہلایا جاسکتا ہے جو ہوٹل کے ایک ادنیٰ ملازم سے اس بے تکلفی سے بات کر رہا ہو۔

''ہم لوگ رنگون کے رہنے والے ہیں۔'' دوسرے برمی نے سنجیدہ لہجے میں بتایا۔

''بہت اچھی بات ہے، صاحب۔ بہت اچھی بات ہے۔ مجھے اپنے ملک کے لوگوں کو دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے۔'' ویٹر مسرت کے جذبات سے مغلوب سادہ لہجے میں بولا۔

''رنگون میں مرغی کا انڈا کتنا بڑا ہوتا ہے۔'' ویٹر سے پہلے والے برمی نے پوچھا۔

''میں سمجھا نہیں، صاحب۔'' ویٹر حیرت سے بولا۔

''تو فرض کرلو کہ ہم تمہارا امتحان لے رہے ہیں۔''

''یہ اپنے فرانسنت اپنی جیب میں رہنے دو، برخوردار، یہ مہذب آدمیوں کا ہوٹل ہے تمہاری خالہ جی کا گھر نہیں ہے۔'' دوسرے برمی نے پہلے کو ڈانٹ دیا۔

''آپ سب کے سامنے مجھے اس طرح گھور گھور کر میری انسلٹ کر رہے ہیں۔''

''یہی غنیمت ہے کہ آپ کی کفش کاری نہیں کر رہا۔'' دوسرا بدستور لہجے کو سنجیدہ رکھتے ہوئے بولا۔ پھر اس نے بیرے کو اشارہ کیا کہ وہ چلا جائے۔ اور بیرا انھیں آپس میں نوک جھونک کرتے دیکھ کر مسکراتا ہوا چلا گیا۔

''آپ آج کل ضرورت سے زیادہ فارسی بولنے لگے ہیں، کہیں حکومت آپ کو ایران کا پاسپورٹ نہ دے دے۔''

Akram Allahabadi

''شاید تم بھول رہے ہو کہ اس وقت ہم امریکہ میں بیٹھے ہیں۔''

اس پر پہلا برمی کچھ بولنے ہی والا تھا کہ ریڈیو پر خبروں کا وقت ہو گیا۔

''الرٹ امریکنز، پلیز۔ ریڈیو امریکہ ان کا رپورٹڈ نیوز۔ ایوننگ پوسٹ رپورٹس۔ واشنگٹن میں ایف بی آئی ہیڈ کوارٹرز کو ایک سنسنی خیز اطلاع ملی ہے کہ جنوب مغربی امریکہ میں ایک ایسا خوف ناک اور پراسرار انسان دیکھا گیا ہے جس کا جسم صرف ہڈیوں کا انسانی ڈھانچہ ہے۔ یہ عجیب وغریب وجود جس پر نہ گولیاں اثر کرتی ہیں نہ ہتھیار، اب تک کم از کم چھ خون کر چکا ہے۔ پولیس اسے ہر جگہ تلاش کر رہی ہے، لیکن معلوم نہیں کہ وہ کب اور کہاں گھس جائے۔ اس لیے اپنی حفاظت آپ کیجیے اور اگر کوئی بھی اس عجیب الخلقت انسان کو پائے تو فوراً ایف بی آئی برانچ یا قریب ترین پولیس پوسٹ کو مطلع کر دے تاکہ اسے قابو میں لایا جا سکے۔''

اور اس اطلاع کے بعد ڈینور کے پہاڑوں میں طیارے کی تباہی، عملے کے تین افراد کی موت اور پروفیسر برمٹلے کے خون کی سنسنی خیز خبر نشر کی گئی، جس نے لوگوں میں ایک عجیب سی دہشت پھیلا دی۔ ان خبروں میں پولیس کے اندازے کے مطابق نیپچون جہاز کے ہنگاموں اور پورٹس ماؤتھ اور نیویارک کی گودیوں کے واقعات اور زمین دوز بل کے دہشت انگیز واقعے کا حوالہ بھی دیتے ہوئے بتایا گیا کہ یہ بلا کہیں باہر سے نازل ہوئی ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی سائنس دانوں کے تحقیقاتی مشن اور پروفیسر برمٹلے کے مفرور ساتھی کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ شاید اسے مصلحتاً صیغہ راز میں رکھا جا رہا تھا۔ خبروں کے اس مختصر وقفے کے بعد پھر ایک خانہ بدوش جپسی کے گیت کی ریکارڈنگ شروع ہو گئی۔ اور وہ برمی اس طرف سے توجہ ہٹا کر پھر آپس میں گفتگو کرنے لگے۔

''ابھی تک نہیں آیا۔'' ان میں سے ایک نے اپنی کلائی کی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

Akram Allahabadi

''وقت تو ہو چکا ہے، اسے پہنچنا ہی چاہیے۔'' دوسرا بولا۔

لیکن ٹھیک اسی وقت ایک بھاری جسم کا قد آور ہندوستانی ہال کے اس حصے میں داخل ہوا۔ وہ چاروں طرف نظر دوڑانے لگا، مگر ان برمیوں پر نظر پڑتے ہی اس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ہیلو، مسٹر نونو۔'' وہ ان میں سے ایک کا نام لیتے ہوئے قریب آ گیا۔

''سٹ ڈاؤن، مسٹر گھاسی رام۔'' ایک برمی نے اسے کرسی پیش کی اور دوسرا صرف خموشی سے دیکھتا رہا۔

''کیا ہوا؟'' خاموش برمی نے اس سے آہستہ سے سوال کیا۔

''فون پر ریمنڈ نے اطلاع دی ہے کہ سائنس دانوں کے مشن کے تمام آدمی سوائے مقتول پروفیسر برٹلے کے موجود ہیں اور جس کی گم شدگی کا انھوں نے ذکر کیا تھا وہ ان کی مضافاتی پرائیوٹ لیبوریٹریز کا ایک پراسرار قیدی تھا جس کے بارے میں صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ وہ گھٹے ہوئے سر کا چپٹا سا پستہ قد اور سانولا آدمی تھا۔'' آنے والے نے بتایا۔

''تو یقیناً وہ لاما ہی رہا ہوگا اور اسے سلازار ہی ان کے قبضے سے نکال کر لے گیا ہے۔ مشن کے طیارے کا پیچھا کرنے والا سمیور کا تاجر سلازار کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔

''لیکن اس کے پاس اتنے امریکی ڈالر کہاں سے آئے جو وہ طیارے وغیرہ کا خصوصی انتظام کر سکا؟'' پہلے برمی نے پوچھا۔

وہ اس قدر آہستہ گفتگو کر رہے تھے کہ دوسری میز تک ان کی آواز کا پہنچنا تقریباً ناممکن تھا۔

''کوئی نہ کوئی صورت اس نے اختیار کی ہوگی۔ وہ بہت خطرناک اور چالاک

آدمی ہے، اس کا کوئی کام ادھورا نہیں ہوتا۔'' دوسرے برمی نے بتایا۔

''پھر اب یہ کیسے معلوم ہوگا کہ وہ کس طرف گیا ہے؟''

''یہی تو عجیب مصیبت ہے کہ اس اتنے بڑے اور اجنبی ملک میں ایک آدمی کو کس طرح تلاش کیا جائے؟''

''میں تو سمجھا تھا کہ چاروں طرف جال ڈال کر ایف بی آئی والے اسے ضرور گرفت میں لے لیں گے۔ لیکن یہاں تو ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے کسی سرکاری راز کی وجہ سے اس معاملے کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دی جا رہی ہے۔'' دوسرے برمی نے فکرمندانہ لہجے میں کہا۔

''مگر ریڈیو پر تو اس کی تلاش کا ہر جگہ اعلان کیا گیا ہے۔''

''بس دیکھتے جاؤ، اور مجھے تو ڈر ہے کہ واقعی کہیں اس کے خیال کے مطابق، لاما کے پاس وہ حیرت انگیز فارمولا یا وہ نامعلوم جڑی بوٹی موجود ہوئی جو اس کی ہڈیوں پر پھیرنے سے گوشت و پوست پیدا کر سکے تو پھر سلازار کا پایا جانا ناممکن ہی ہو جائے گا۔ وہ اپنی انسانی ہیئت مکمل کر کے عام انسانوں میں گھل مل جائے گا اور کوئی بھی نہیں جان سکتا کہ وہ کون ہے اور کہاں ہے۔'' دوسرے برمی نے میز کو گھورتے ہوئے پریشان سے انداز میں بیان کیا۔

''تو پھر تو ہماری تمام کوششیں رائیگاں جائیں گی۔''

''ہمیں ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔''

''لیکن اب کیا کیا جائے؟ کیا ہم یوں ہی الل ٹپ گھومتے پھریں گے؟'' پہلا برمی پوچھنے لگا۔

''مسٹر نونو، سر۔'' برمی بیرا اپنی بگڑی ہوئی انگریزی میں پیچھے سے آ کر بولا۔ ''یہ آپ کی فرمائش۔'' یہ کہہ کر اس نے ٹرے سے بوتلیں نکال کر ان کے سامنے رکھ

دیں اور مسکراتا ہوا چلا گیا۔

''تو پھر پروگرام بتایئے نا کچھ۔'' وہ پھر پوچھنے لگا۔ ''اپنا تو دل ادھر کچھ لگ نہیں رہا۔''

''احساس کمتری جو ہے تمہیں، ورنہ امریکہ میں تو حسن سڑکوں پر بہتا ہے۔''

''واہ، کیا خوب تعریف فرمائی ہے جناب نے۔ یہاں سفید عورتوں پر نگاہیں اٹھانے والے کالے آدمیوں کو، کوکا کس کلاں والے زندہ بھی تو جلا دیتے ہیں۔'' پہلے برمی نے جواب دیا۔

''خیر، میں ان سے سفارش کر دوں گا کہ وہ تمہیں مار کر جلائیں تب شاید تمہیں تکلیف نہ ہوگی۔''

''ویسے میں نے بھی فیصلہ کر لیا ہے۔''

''کیا؟''

''کم از کم ایک عدد امریکن خاتون سے تو ضرور عشق فرماؤں گا تاکہ سند رہے اور وقتِ ضرورت کام آئے۔''

''دیکھو، وہ صدر دروازے پر کھڑا سارجنٹ ہمیں بری طرح گھور رہا ہے، ضرور دال میں کالا ہے۔'' دوسرے برمی نے کہا۔

''سفید ملک میں دال بھی سفید ہونی چاہیے، ویسے کالا بھی چلے گا۔''

''اچھا ابھی تو نکلو یہاں سے، پھر پروگرام بنائیں گے۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ بل وہ ادا کر چکے تھے، اس لیے اس ہندوستانی کے ساتھ وہ دونوں صدر دروازے کی طرف سے ہو کر باہر نکلنے لگے۔

''مسٹر۔'' پیچھے سے امریکن پولیس سارجنٹ نے انھیں ٹوکا۔ وہ رک گئے۔

''مانو نو گو چوگا گو بر۔'' پہلا برمی اس کی طرف پلٹ کر بولا۔ شاید وہ سمجھ چکا تھا

کہ سارجنٹ برمی زبان سے نابلد ہے ورنہ برمی میں ٹوکتا اور اس نے اپنی بنائی ہوئی برمی زبان شروع کر دی۔

''وہاٹ'' سارجنٹ نے بھنوئیں چڑھا کر پوچھا۔

''یہ پوچھ رہے ہیں کہ کیا آپ ہم سے کچھ کہہ رہے ہیں۔'' دوسرے برمی نے فوراً انگریزی میں ترجمہ کر کے سارجنٹ کو سمجھایا۔

''کہاں کے رہنے والے ہیں آپ؟'' سارجنٹ نے دوسرا سوال کیا۔

''امی برسینو، آنچہ بچہ مرغ است۔'' پہلا برمی پھر اپنی کھچڑی بولنے لگا۔ اور پیچھے کھڑے ہوئے ہندوستانی کو منہ دبا کر ہنسی روکنی پڑی۔

''ہم لوگ برما کے رہنے والے ہیں۔ سیاحت کے لیے آئے ہیں۔'' دوسرے برمی نے پھر ترجمہ کر دیا۔

''اگر اعتراض نہ ہو تو میں آپ لوگوں کے پاسپورٹ دیکھنا چاہتا ہوں۔'' سارجنٹ نے بڑے مہذب لہجے میں کہا۔

''پاسپورٹو امی در جیب بھی رکھتند۔ در چڑی خانہ شمار کھے ہوئے گند۔'' پہلے برمی نے اب کی بار فارسی کی بھی اچھی طرح حجامت کر دی۔ اور پیچھے کھڑے ہوئے ہندوستانی کو ہنسی روکنے کے لیے چھینک مارنے کا بہانہ کرنا پڑا۔

''یہ بولتے ہیں کہ ہم پاسپورٹ جیب میں رکھ کر نہیں گھومتے، گھر پر رکھے ہوئے ہیں۔'' دوسرے نے اب کی پار پھر اس کا ترجمہ کر دیا۔

''آپ کہاں ٹھہرے ہیں؟''

''درمیان آسمان و زمین...'' پہلے برمی نے پھر بولنا چاہا۔

''یوشٹ اپ۔'' دوسرے برمی نے اسے جھنجھلا کر ڈانٹ دیا۔

''ہم دراصل ابھی کہیں نہیں ٹھہرے۔'' اس نے پھر سارجنٹ کو جواب دیا۔

Akram Allahabadi

''آپ لوگوں کے کردار مشکوک ہیں، آپ کو ہمارے ساتھ پولیس پوسٹ چلنا ہوگا۔'' یہ کہہ کر سارجنٹ نے سامنے کھڑی ہوئی ایک پولیس کار کی طرف ہاتھ ہلا کر آواز دی جو آواز کے ساتھ ہی اسٹارٹ ہو کر قریب آ پہنچی۔

''آپ لوگ اندر بیٹھیے۔'' سارجنٹ نے اب تحکمانہ لہجہ اختیار کیا۔

''این چہ نیو ماڈل مصیبت است۔'' پہلے برمی نے پھر اپنی زبان میں پوچھا۔

''چلو ذرا تفریح رہے گی اور نجی ملاقاتیں بھی ہو جائیں گی۔'' دوسرے برمی نے اسے خود کار میں ڈھکیلتے ہوئے کہا۔ اور وہ ہندوستانی بھی سوار ہو گیا۔

پولیس کار اب ایک چوڑی سڑک سے ہو کر ایک جگہ ایک چھ منزلہ عمارت کے دروازے پر رک گئی اور اس کے ساتھ ہی سارجنٹ کی موٹر سائیکل بھی۔ پھر وہ سارجنٹ کے ساتھ لفٹ کے ذریعے بلڈنگ کی چوتھی منزل پر پہنچ گئے۔

یہاں ایک قطار میں بنے ہوئے کمروں میں سے ایک پر مشتبہ اجنبیوں کی تحقیقات کے سیکشن کا بورڈ لگا ہوا تھا۔

''اندر آیئے۔'' سارجنٹ خود اس کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔ اور آگے پیچھے وہ سب اندر چلے گئے۔

اندر کے پہلے کمرے میں ایک میز کے گرد اور بھی کچھ لوگ بیٹھے تھے، جن سے بغیر وردی والے پولیس مین کچھ پوچھ گچھ کر رہے تھے۔ سارجنٹ انھیں ایک دوسرے کمرے میں لے گیا۔ یہاں ایک میز پر ایک موٹا سا پولیس افسر بیٹھا تھا اور ایک دوسرا سادہ لباس آدمی جو ایف بی آئی کا کوئی عہدیدار تھا۔ اس کی میز پر بیٹھا ہنس ہنس کر کچھ باتیں کر رہا تھا۔ سارجنٹ سلیوٹ کر کے بولا۔

''سر، یہ مشکوک اجنبی ہیں۔'' اس پر دوسرا برمی مسکرا دیا۔

''این تعارف برجینونیست۔'' پہلے برمی نے پھر دخل در معقولات کیا۔

Akram Allahabadi

''کون ہیں آپ لوگ؟'' ایف بی آئی والا ان کی طرف متوجہ ہوگیا۔

''ہم آپ کے مہمان ہیں۔'' دوسرا برمی بولا۔ ''اور دراصل ہم خود بھی یہاں آنا چاہتے تھے، اچھا ہی ہوا جو اس طرح آئے۔'' اس نے کہا۔

''کیا مطلب؟'' ایف بی آئی والے نے پوچھا۔ جس کے جواب میں دوسرے برمی نے جیب سے ایک چھوٹی سی پاس بک نکال کر اس کے سامنے کردی۔ وہ لے کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے ایک بار اس برمی کی شکل غور سے دیکھی اور مسکرا دیا۔

''بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر، مسٹر خان۔'' اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ ''لیکن اس میک اپ کی ضرورت کیوں پیش آئی آپ کو؟'' اس نے سوال کیا۔

''سلازار مجھے اچھی طرح پہچانتا ہے اور اگر اسے یہ خبر ہوگئی کہ میں اس کے تعاقب میں یہاں تک آیا ہوں تو اپنے آپ کو قطعی طور پر محفوظ کرلے گا اور اسے اس عظیم ملک میں تلاش کرنا مشکل ہو جائے گا۔'' دوسرے برمی نے جو دراصل سپرنٹنڈنٹ خان تھا، جواب دیا۔ سارجنٹ حیرت سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔

''ممارجفو منم بالے صاحب۔ رش دوستی می جورنڈ۔'' اس نے ایک بار اپنی بگڑی فارسی پھر ٹھونکی۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ آپس میں بے تکلف ہوگئے اور تقریباً ہر ملک کی پولیس میں نہ جانے کیوں آپس کے تعاون کا اس قدر جذبہ رہتا ہے کہ وہ ذرا سی دیر میں ایک دوسرے کے دوست ہو جاتے ہیں۔ بالے تو اس سارجنٹ کے ساتھ باہر نکل آیا اور اس نے اس سارجنٹ کا اس بری طرح دماغ چاٹنا شروع کیا کہ بے چارے امریکی سارجنٹ کو کام کا بہانہ کر کے بھاگنا پڑا۔ خان اندر بیٹھا ان لوگوں سے گفتگو کر رہا تھا۔

''پھر اب کیا راستہ سوچا ہے آپ نے؟'' ایف بی آئی کے ایریا افسر نے اس سے پوچھا۔

Akram Allahabadi

''یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ کس طرح، مگر سلازار کے ہاتھ بہت سی رقم ضرور لگی ہے، کیونکہ وہ طیارہ چارٹرڈ کر کے سائنس دانوں کی پارٹی کے تعاقب میں گیا تھا اور اس طرح اگر کہیں وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا تو یہ یقینی ہے کہ سب سے پہلے وہ حسین اور خوب صورت دوشیزاؤں کی طرف لوٹے گا کیوں کہ جوانی کی اسی ہوس کو جاوید کرنے کے خبط میں اس نے وہ خطرناک فارمولا ایجاد کر کے تجربہ کیا تھا، جس نے اس کے جسم کا تمام گوشت گلا کر گرا دیا اور وہ صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا۔ البتہ اس کے جسم کی موٹی رگیں جو ہڈیوں سے پیوست ہوگئی ہیں اور ان کا دورانِ خون ایک مستقل گردش نظام حاصل کر چکا ہے جس سے وہ شاید کبھی موت کا شکار نہ ہوسکے۔'' خان نے انھیں بتایا۔

''لیکن خون کے سرکولیشن کو اس طرح پر مامنٹ کرنے پر بھی پمپنگ تو جاری رہنا ہی چاہیے۔'' ایف بی آئی کا ایریا آفیسر اپنے خیالی طلسمی اندازے کے مطابق بولا۔

''اس سینے کے ڈھانچے میں دل اور پھیپھڑے ابھی محفوظ ہیں، کیوں کہ اس تجربے کے وقت بھی وہ حرکت میں تھے اور حرکت میں رہنے والی ہر چیز اسی طرح مستقل ہوگئی ہے۔'' خان نے اسے سمجھایا۔

''آپ تو کوئی بڑے سائنس دان بھی معلوم ہوتے ہیں۔'' پولیس افسر نے سنجیدگی سے اظہار کیا۔

''جی نہیں، بلکہ اس معلومات کا بڑا حصہ خود مجھے سلازار سے ہی معلوم ہوا ہے۔ بہرحال میرا اندازہ ہے کہ وہ پھر حسین لڑکیوں کی طرف دوڑے گا اگر اسے اس کی پچھلی جسمانی حیثیت واپس مل گئی اور اس کے لیے ممکن ہے اس دنیا کی طرف جائے جہاں حسن سمٹ آتا ہے۔''

''شاید آپ کا اشارہ ہالی ووڈ کی طرف ہے؟''

''قطعی، کیوں کہ غیر ملکوں میں یہی مشہور ہے کہ ہالی ووڈ امریکہ کا پرستان

ہے۔'' خان نے کہا۔

''یہ غلط بھی نہیں۔'' ایف بی آئی آفیسر مسکرا دیا۔

اور میں وہاں کی پولیس سے بھی نئے آدمی کے نمودار ہونے کی اطلاع کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ وہاں ایک پرتگالی کی حیثیت سے ہی پہنچے گا، کیونکہ اس صورت میں وہ لوگوں کے لیے زیادہ دیر غیر مانوس نہ رہ سکے گا۔ امریکہ میں پرتگالیوں کی کافی تعداد ہے اور وہ یورپین باشندے ہی سمجھے جاتے ہیں۔'' خان نے رائے دی۔

''آپ کے اندازے بہت صحیح ہیں۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہندوستان میں بھی بے دار مغز سراغ رساں موجود ہیں۔'' ایف بی آئی کے ایریا آفیسر نے تعریف کی۔

''شکریہ، لیکن یہ بھی ملحوظ رہے کہ اگر وہ اپنے مشن میں ناکام ہوا تو اندھیر مچا دے گا۔ صرف یہ امید ہی ہے کہ لاما کے ذریعے شاید وہ اپنی کھوئی ہوئی زندگی دوبارہ حاصل کر لے، اسے کسی قدر مہذب اور محتاط بنائے ہوئے ہے، ورنہ مایوسی ہوئی تو ظاہر ہے کہ اسے پھر اس جیتی جاگتی دنیا سے رشک پیدا ہو جائے گا، یا اس کی طرف التفات نہ ہو سکے یا جس سے وہ لطف اندوز نہ ہو سکے اس کی آہنی گرفت کا شکار ہو کر موت کے گھاٹ اترے گا۔'' خان نے ایک داستان گو کے انداز میں انھیں بتایا اور وہ حیرت و دلچسپی سے سنتے رہے۔

''تو کیا وہ صرف دوشیزاؤں کا خون کرتا ہے؟''

''خاص کر حسین لڑکیوں اور ان عورتوں کا جنھیں وہ ایک سے زیادہ مردوں کے ساتھ دیکھ لے۔''

''عجیب آدمی ہے۔'' پولیس افسر نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

''ایک عجوبہ ہے ساری دنیا کے لیے کم بخت۔'' ایف بی آئی افسر بولا۔

''بہر حال ہم اس سلسلے میں ہر طرح کی امداد کے لیے حاضر ہیں۔'' ایف بی

آئی افسر بولا۔

''آپ صرف اتنا کیجیے کہ اگر کہیں گلا دبا کر کسی کو مارنے کی کوئی واردات ہو تو مجھے اس فون نمبر پر ضرور اطلاع کرا دیجیے گا۔'' خان نے ایک کارڈ ایف بی آئی افسر کو دیتے ہوئے کہا۔

''اور کچھ؟'' اس نے پوچھا۔

''موقع آیا تو ضرور تکلیف دوں گا۔ اچھا اب اجازت دیجیے۔'' یہ کہہ کر خان اٹھ کھڑا ہوا اور ان سے مصافحہ کر کے باہر نکل آیا۔ سارجنٹ بالے اور اسرار ہندوستانی میک اپ میں باہر موجود تھے۔

دفتر کے باہر سے وہ ایک ٹیکسی لے کر لیڈی لینڈ رچ اسکوائر کی طرف روانہ ہو گئے، جہاں وہ مخلوط نسلوں کے باشندوں کے ایک اوسط درجے کے ایک کناڈاوی ہوٹل، آل کلر بار اینڈ ریسٹورنٹ میں مقیم تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆

آج انھیں یہاں قیام کیے پانچواں دن تھا، لیکن خلافِ توقع امریکی اخبارات، ریڈیو، پولیس کے ذریعے بھی ایسی کوئی اطلاعات یا وارداتوں کی ایسی رپورٹیں نہیں ملی تھیں، جن سے سلازار کے متعلق ہونے کا شبہ کیا جا سکے۔ اور سلازار کی یہ مبہم خاموشی، کسی کام میں اس کی مصروفیت کا پتا دے رہی تھی۔ خان ہالی ووڈ، براڈوے تھیٹریکل سرکلو، یا ریویرا بیچ اور نیاگرہ وغیرہ کی خبروں کو اخباروں میں روز دیکھتا رہا تھا اور غیر ملکی نووارد گان کی خفیہ نگرانی کرنے والی خفیہ برانچ سے اس نے ایف بی آئی کی معرفت سلسلہ معلومات قائم رکھا تھا۔ اس محکمے کو بھی ابھی تک کسی مشتبہ اجنبی کی خبر نہیں ملی تھی۔

Akram Allahabadi

ٹھیک دوپہر کے وقت اچانک ایک انٹی میشن سپرنٹنڈنٹ خان کے نام اسی ہوٹل کے پتے پر آ پہنچا۔ اس پر مسٹر پیانو، مسٹر نونو آف رنگون، روم نمبر ۱۳، فرسٹ فلور، آل کلر بار اینڈ ریسٹو رنٹ، لیڈی لینڈ رچ اسکوائر کا پتا لکھا تھا۔ بیرا ایک چھوٹی سی ٹرے میں اسے رکھ کر سپرنٹنڈنٹ خان کے حوالے کر گیا۔

''کیا چیز ہے؟'' اسرار نے پوچھا۔

''ایک پارسل؟'' خان اسے پڑھ کر بولا۔

''کہاں سے آیا ہے؟'' بالے بول اٹھا۔

''لاس انجلو سے۔'' خان نے مہر دیکھتے ہوئے کہا۔ اس میں لکھا تھا کہ نارتھ ہسٹن ریلوے اسٹیشن پر آپ کا ایک پارسل لاس انجلو سے آیا ہوا ہے جلد از جلد آ کر وصول کر لیں۔

''یہ اپنا کون سا رشتے دار پیدا ہو گیا لاس انجلو میں۔'' بالے نے حیرت سے پوچھا۔

''ممکن ہے انسپکٹر ریمنڈ کی طرف سے ہو یا پولیس ڈپارٹمنٹ نے کوئی کارآمد خبر بھیجی ہو۔'' اسرار نے اسے جواب دیا۔

''معلوم ہے، بہت عقل مند ہو۔ تمہیں تو وہ حرام مونچھ ہی عقل سکھاتا ہے۔ یہ بھی نہیں سوچا کہ پولیس کو یا ریمنڈ کو بھیجنا ہوتا تو پہلے اطلاع نہ کر دیتے۔'' بالے نے کسی عقل مند بوڑھے کی طرح اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''تم، بھائی، میرا مغز مت چاٹو۔ تم جیسے الوؤں سے تو بات کرنا بھی گناہ ہے، بس۔'' اسرار نے جھنجھلا کر منہ پھیر لیا۔ لیکن خان اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بھی ساتھ ہو لیے۔

نارتھ ہسٹن ریلوے اسٹیشن پہنچنے میں انھیں بمشکل نصف گھنٹہ لگا۔ گڈس شیڈ میں لاتعداد پارسل رکھے ہوئے تھے۔ انکوائری کلرک نے ان کی انٹی میشن سلپ دیکھ کر فائل

سے ایک رسید ان کے حوالے کرتے ہوئے انھیں نمبر ۲۳۵ کا پارسل لینے کی ہدایت کی اور ایک پورٹر کو اشارہ کر دیا، جوان کے ساتھ ہولیا۔

یہ تقریباً ۵.۱/۲ فٹ لمبا باکس تھا جس کے اوپر میوزیکل انسٹرومنٹ لکھا ہوا تھا۔

''یہ کیا بلا ہوسکتی ہے؟'' بالے نے پوچھا۔

''وہیں چل کر دیکھا جائے گا۔'' خان نے کہا۔ پھر وہ بالے کے کان میں بولا اس میں ۵.۱/۴ فٹ کا لمبا، ایک مردہ یا زندہ آدمی ہے۔''

''باپ رے۔ اب آدمی بھی پارسل ہونے لگے۔'' بالے منہ سے ایک حیرت ناک سیٹی بجاتے ہوئے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

'شٹ اپ۔'' خان نے اسے گھورتے ہوئے ڈانٹ دیا۔

وہ خموشی سے اس پارسل کو باہر لے آئے، سوائے رسید واپس لینے کے کسی نے انھیں نہیں ٹوکا۔ ممکن ہے اس لیے بھی کہ وہ غیر ملکی مہمان معلوم ہوتے تھے۔

لگیج کیریئر ٹیکسی کے ذریعے وہ اسے اپنی قیام گاہ پر لے آئے۔ دروازے پر انھیں صرف ہوٹل کے باوردی محافظ نے ٹوکا، اور وہ بھی مہذب انداز میں۔ لیکن سپرنٹنڈنٹ خان نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اس میں گٹار ہے، اور وہ کچھ نہ سمجھ کر بھی خاموش ہو رہا۔

☆☆☆☆☆☆☆

اپنے کمرے میں آکر دروازے بند کرتے ہوئے انھوں نے اس بکس کو کھول ڈالا۔ وہ لوگ اسے دیکھتے ہی حیرت سے اچھل پڑے۔ لیکن خان کو ذرا بھی حیرت نہیں ہوئی۔

Akram Allahabadi

''میں جانتا تھا کہ یہی ہوگا۔'' وہ خود اعتمادی کے ساتھ بولا۔

''لیکن یہ تو مرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔'' بالے نے رائے زنی کی۔

''وہ دیکھیے، ایک خط بھی رکھا ہے اس میں۔'' ابراہیم نے اشارہ کیا اور خان نے باکس میں پڑے ہوئے لاما کے سرہانے سے ایک کاغذ باہر نکال لیا۔ اس میں لکھا تھا:

ڈیئر سراغ رساں!

تم ہندوستان سے جھک مارتے ہوئے یہاں تک پہنچ گئے۔ تمہاری ان طفلانہ حرکتوں پر مجھے افسوس ہوتا ہے۔ تم نے ابھی تک سلازار کی طاقت کو نہیں پہچانا۔ میں جب چاہتا تمہیں ختم کر سکتا تھا، لیکن تمہاری بعض خصوصیتوں کی میں قدر کرتا ہوں۔ اس لیے ہمیشہ تمہیں معاف کرتا رہا ہوں۔ میں امریکہ کیوں آیا، یہ بتانے کی تمہیں ضرورت نہیں۔ فارمولا میں نے حاصل کر لیا ہے اور اب سے پانچ دن بعد میں پھر سے بھرے بھرے جسم والا ایک نوجوان اور تندرست سلازار بن جاؤں گا۔ اس وقت تمہارے فرشتے بھی نہ جان سکیں گے کہ میں کون ہوں اور کہاں ہوں۔ مگر پھر بھی میں ایک شریف آدمی کی طرح تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میری یہ نئی زندگی ایک باوضع اور شریفانہ زندگی ہوگی، جس کا مقصد ہوگا حسن و شباب اور عیش۔ کل کے خوفناک سلازار سے لڑکیاں دور بھاگتی تھیں، لیکن آنے والے کل کا سلازار ان کا حسین خوابوں کا دیوتا ہوگا۔ اور، بیٹے، تم اسکی قسمت پر رشک کرنا۔ ظالم سائنس دانوں کے پنجے سے لاما کو میں نے چھڑایا، اس لیے اس نے میری مدد کی۔ اس کا دیا ہوا نسخہ کارگر ہو رہا ہے۔ واقعی یہ ایک عجیب و غریب فارمولا ہے۔ بہر حال اپنے اس محسن کو اس کے وطن پہنچانا میرا فرض تھا اس لیے میں اسے تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ اس کی سانس رکی ہوئی ہے۔ لیکن اگر تم اس کی دونوں جکڑی ہوئی مٹھیاں کھول دو گے تو آہستہ آہستہ اس میں حرکت پیدا ہو جائے گی۔

مجھے امید ہے کہ تم ایک ایمان دار سراغ رساں کی طرح کم از کم میری اتنی مدد

ضرور کرو گے کہ میرے محسن کو اس کے وطن پہنچا دو۔ ویسے بھی تمہارا یہ فرض ہے۔ خیر میں رخصت ہوتا ہوں۔ اور ہاں، جب تک تمہیں یہ پارسل ملے گا، تب تک میں شاید اپنے نئے روپ میں لاس انجلز چھوڑ دوں گا۔ مجھے تلاش کرنے کی ہر کوشش اب بے سود ہوگی۔

فقط تمہارا پرانا دشمن نما دوست

سلازار

سکتے کے عالم میں بے دم پڑے ہوئے لاما کی دونوں جکڑی ہوئی مٹھیاں خان نے کھول دیں اور اس کی ہتھیلیاں سہلانے لگا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد ہلکے ہلکے لاما کی سانس چلنی شروع ہوئی اور پھر نبض دھڑکنے لگی۔ رفتہ رفتہ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ چاروں طرف دیکھنے لگا پھر اس نے غور سے اپنے اوپر جھکے ہوئے چہرے دیکھے۔

''کیا آپ مسٹر کان ہیں؟'' اس نے بگڑے ہوئے انگریزی الفاظ میں بالے سے پوچھا۔

''میرا نام مسٹر ناک ہے۔ مسٹر کان کو ادھر ملاحظہ فرمایئے۔'' بالے نے بڑی سنجیدگی سے سپرنٹنڈنٹ خان کی طرف اشارہ کر دیا۔

''اس نے کہا تھا کہ مسٹر کان تمہیں تبت پہنچا دیں گے۔'' وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''ہاں ہاں، تبت تو کیا تمہیں ماؤنٹ ایورسٹ سے بھی کئی ہزار فٹ بلندی پر پہنچا سکتے ہیں۔'' بالے پھر بول پڑا۔

''تم چپ رہو۔'' خان نے اسے ڈانٹ دیا اور ہاتھ کا سہارا دے کر لاما کو باکس میں سے نکال لیا۔

''کیا سلازار کامیاب ہو گیا ہے؟'' خان نے اس سے پوچھا۔

''اس نے ان سفید ظالموں سے میری جان بچائی تھی اس کے عوض میں نے

اس کا مطالبہ پورا کر دیا ہے۔'' لاما نے سادگی سے بتایا۔

''تو کیا وہ واقعی نیا جسم اور تندرستی حاصل کر لے گا؟'' خان نے پھر سوال کیا۔

''جو چیز خشک درخت پر ذرا سی دیر میں کونپلیں پیدا کر سکتی ہے، اسے اگر طریقے سے استعمال کیا جائے تو سلازار کی کامیابی ناممکن نہیں۔'' لاما نے بتایا۔

''بھئی، تمہارا فارمولا میری سمجھ میں نہیں آیا۔'' خان بولا۔

''اس کے ساتھ ہی نباتات کی ایک خاص جزویت کو ہڈیوں پر ملنا پڑتا ہے۔'' لاما نے اس کی ان سنی کر کے کہا۔

''یہ باتیں میرے سمجھنے کی نہیں، لیکن اس نے تمہیں اس طرح کیوں بھیجا؟''

''یہ میں نہیں جانتا، لیکن شاید مجھے یوں ہی چھوڑ دینے سے مجھے قدم قدم پر یہاں کی پولیس کے ہاتھ چڑھنا پڑتا۔'' لاما نے اظہار خیال کیا۔

''اس نے اور کچھ کہا ہے؟''

''اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ کوئی بے رحمانہ اور مجرمانہ فعل نہیں کرے گا، اس نئی زندگی میں اور تب ہی میں نے اس کی مدد کی۔'' لاما بولا۔

''اور اگر وہ اپنے قول سے پھر گیا؟''

''تو اسے اس کی سزا مل جائے گی۔ کیوں کہ اس کی جسمانی ابدیت اب ختم ہو جائے گی۔ جسم پر گوشت پوست کے آنے سے خون کی کھپت شروع ہو جائے گی اور پھر رفتہ رفتہ وہ ایک عام انسان بن جائے گا، جو موت سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔'' لاما نے بتایا اور اس کے ان الفاظ پر خان کے چہرے پر ایک سرخی سی دوڑ گئی۔

''مگر وہ بہت بڑا سائنس دان ہے۔ میں نے اس کے کچھ حیرت انگیز تجربے دیکھے ہیں۔ اس کا خیال رکھنا کہ وہ اب بھی بڑی طاقت کا مالک ہے۔'' لاما نے گویا خان

Akram Allahabadi

کو تنبیہ کی۔

''اس دنیا میں ہر طاقت سے بڑی ایک طاقت ہے۔تم اس کی فکر نہ کرو۔''

خان نے جواب دیا۔

پھر اس نے بالے کو اشارہ کیا کہ وہ لاما کو باتھ روم کی طرف لے جائے اور خود کسی گہری سوچ میں بیٹھ گیا۔ بظاہر تو ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اچانک اس کی ساری کوششوں پر پانی پھر گیا ہو، کیوں کہ نئی مکمل جسمانی حیثیت میں سلازار کو پہچاننا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا۔اور پھر اس طرح اس کی راہ مسدود کرنا بھی کچھ آسان نہیں رہا۔

وہ یہی سوچ رہا تھا کہ سمندر پار کا اتنی دور کا سفر کر کے اس نے کیا حاصل کیا۔ ویسے اگر اس کے اختیار میں ہوتا تو وہ سلازار کو اب بھی معاف کر دیتا، کیونکہ سلازار کی پچھلی زندگی کا جنون نفسیاتی وجود کا نتیجہ تھا۔خصوصاً اس احساس کا کہ ایک ہڈیوں کے ڈھانچے کے لیے تو یہ حسین دنیا اور اس کی تمام دلچسپیاں بے کار ہیں۔اور پھر سلازار میں ایک گونہ شرافت، مردم شناسی اور فراخ دلی اور بہادری کی خصوصیات تھیں۔ وہ اپنے دعووں اور الفاظ میں ہمیشہ ہر طرح پورا اترا تھا۔اس طرح اس کی یہ نئی زندگی قطعی غیر مجرمانہ بھی ہو سکتی تھی، لیکن اسے اس کے پچھلے جرائم کے لیے کوئی قانون رہا نہیں کر سکتا تھا، کیونکہ اس کے ہاتھوں سے بے شمار خون ہوئے ہیں۔جرم کی سزا تو ہر صورت ملنی چاہیے تھی۔پھر بھی امریکہ کی سرزمین پر اسے اپنے ملک کے قانون اور اس کے انصاف کے لیے سوچنے کا کوئی حق نہ تھا۔سلازار کو یہاں صرف امریکہ کی وارداتوں کے لیے سزا دی جا سکتی تھی۔اور یہ کام امریکی حکومت کا تھا۔خان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے اور اندیشہ ہو رہا تھا کہ شاید سلازار کی اس نئی زندگی میں اسے کسی بھی جرم کا سزاوار ثابت نہ کیا جا سکے۔کیوں کہ اس طرح یہ بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ یہی شخص سلازار ہوگا اور یہی ہڈیوں کے ایک متحرک ڈھانچے کی شکل میں ماضی میں متعدد جرائم کا مرتکب ہوا ہوگا۔اب

تو وہ ہمیشہ کے لیے سلازار ہونے سے انکار کر سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

لاما کا بیان خان نے اسی شام کو ایف بی آئی ہیڈ کوارٹرز میں ریکارڈ کرا دیا تھا اور حالات کی خصوصی نوعیت کی تحت اس کو تبت واپس جانے کے اجازت نامہ کے لیے دفتر خارجہ سے سفارش کر دی گئی۔

خان کو اب تک سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے اب کیا کرنا چاہیے۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اب نئی حیثیت میں سلازار کا سراغ بھی کسی طرح اگر لگا لے تو اس کے لیے یہ ثابت کرنا بڑا مشکل ہوگا کہ وہ دراصل سنگین جرائم کا مرتکب وہی سلازار ہے جس کا وجود ہڈیوں کے ڈھانچے پر مشتمل تھا۔ وہ اسی الجھن میں پڑا ہوا تھا۔ ایک کانفیڈنشل کوڈ کیبل کے ذریعے اس نے حکومت ہند کے، سی آئی بی کو بھی ان حالات سے مطلع کر دیا تھا، لیکن ابھی تک وہاں سے کوئی ہدایت نہیں موصول ہوئی تھی جس کے مطابق وہ عمل کر سکے۔

''آخر آپ مقدس جنگل کیوں تشریف نہیں لے چلتے۔ ذرا پرستانِ امریکہ کی سیر بھی ہو جائے گی۔'' بالے پیچھے پڑ گیا۔

''میں کوئی بے مقصد کام نہیں کرنا چاہتا۔'' خان نے جھنجھلا کر اسے ڈانٹ دیا۔

''اس زمین پر پیدا کیے گئے حسن کو دیکھ دیکھ کر قدرت خدا کی تعریف کرنا عین عبادت ہے، قبلہ۔ آپ اسے بے مقصد فرماتے ہیں۔'' بالے پھر ہانکنے لگا۔

''تم زیادہ بے ہودگیاں کرو گے تو میں لاما کی طرح تمہیں ہالی ووڈ پارسل کر دوں گا۔''

''یہ آپ کی عین نوازش ہوگی۔ بندہ امادہ بہ رحلت ہے، عالی جاہ۔'' بالے نے مؤدب ہو کر جواب دیا۔

''آپ بھی کس بے گنڈلی کے گھڑے کو ساتھ لے آئے، صاحب۔'' اسرار بھی زچ ہو کر بول اٹھا۔

''اے جناب اخروٹ، آپ اپنی چونچ بند ہی رکھیے، یہ میرا پرسنل معاملہ ہے۔'' بالے اس سے بگڑنے لگا۔ اور خان اکتا کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ اس کی طبعیت اس وقت پریشان تھی۔ پورا ایک ہفتہ بے کار گزر چکا تھا۔ لاما سے وہ اس قدر بھی نہ معلوم کر سکا تھا کہ سلازار کے ساتھ وہ کس جگہ مقیم تھا۔ وہ بے چارہ تبتی انجان آدمی اب تک امریکہ میں صرف قید کی زندگی ہی گزار سکا تھا، وہ کیا بتاتا۔

خان ٹہلتا ہوا نیچے ہوٹل کے ریڈنگ روم میں آ بیٹھا۔ یہاں اور بھی مختلف قسم کے لوگ علیحدہ علیحدہ صوفوں اور گدے دار کرسیوں پر بیٹھے مطالعہ میں مصروف تھے۔ میز پر اخبارات کے علاوہ امریکن میگزین، لائف، دی ویمن، ٹرو کنفیشنز اور کئی دوسرے فلمی رسائل موجود تھے۔ وہ وقت گزاری کے لیے انھیں یوں ہی سرسری طور پر اٹھا کر دیکھنے لگا۔ اچانک اس کی نظر ہالی ووڈ ویکلی بلیٹن کے سرورق پر پڑ گئی۔ اس پر سرخی لگی تھی ''ایک اجنبی نے ٹوئنٹیتھ سنچری فاکس کی زیر تکمیل فلم 'دی اسٹرینجر کمزان' کی شوٹنگ روک دی'۔ پھر نیچے خبر میں لکھا تھا کہ فلم کی آؤٹ ڈور شوٹنگ ساحلی علاقے میں ہو رہی تھی، جہاں ایک ایسے شاٹ کے وقت جب کہ ہیروئن ڈوروتھی پاکر کو ولن جیف چنڈلر زبردستی اٹھا کر لے جاتا ہے اور ڈوروتھی مدد مدد چلاتی رہتی ہے۔ مس پاکر کی چیخیں سن کر ایک قد آوار اجنبی اچانک کیمرے کے سامنے کود پڑا اور اس نے طاقتور چانڈلر کو صرف ایک گھونسے میں زمین بوس کر کے ڈوروتھی کو بچا لیا۔ اسٹوڈیو رپورٹر کی اطلاع کے مطابق پہلے تو وہ اس اپنی آغوش میں بھینچے رہا، لیکن جب لوگوں نے دوڑ کر اس کی توجہ کرین پر چڑھے ہوئے کیمروں کی طرف منعطف کرائی اور اسے بتایا کہ یہ فلم کی شوٹنگ تھی، تو اس نے چانڈلر اور مس پاکر سے معافی مانگ لی۔ اسی خبر کی ایک اور ضمنی خبر میں لکھا گیا تھا کہ

شوٹنگ کے بعد یہ خوب صورت اور وجیہہ اجنبی مس پارکر کے ساتھ ایک ریسٹورنٹ میں دیکھا گیا۔ ہالی ووڈ کے فلمی حلقوں میں ان دونوں کی اس اچانک ملاقات کے بعد کی اس دوستی پر طرح طرح کے قیاس آرائیاں کی جارہی ہیں۔ خان نے پڑھ کر اخبار ایک طرف پھینک دیا اور سگریٹ منہ میں دبائے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

☆☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

ملاقات

اس خبر کو وہ خود کوئی اہمیت دینے کو تیار نہ تھا، کیونکہ آئے دن فلمی دنیا میں ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ وہ اس کی سرخی پر چونکا ضرور تھا، مگر اس میں کوئی خاص بات نہ تھی۔ اس نے اس لیے کسی سے اس کا ذکر بھی نہ کیا۔ لیکن اسی شام کو ایف بی آئی ایریا آفس سے جب اسے یہ اطلاع ملی کہ تین چار دنوں سے ہالی ووڈ کے فلم اسٹوڈیوز کے آس پاس ایک پراسرار آدمی گھومتا دیکھا جا رہا ہے، تو پھر وہ چونکا۔ ایف بی آئی کی اطلاع میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اس کے طور طریق غیر امریکی ہیں۔ اس سے اس کا شبہ اور قوی ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

''ہم کل کیلیفورنیا چل رہے ہیں۔'' اس نے شام کو واپس لوٹتے ہی بالے، اسرار اور ابراہیم کو علیحدہ بلا کر کہہ دیا۔

''مگر یہ تبتی؟'' اسرار نے لاما کے بارے میں پوچھا۔

''اس کے لیے اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اجازت نامہ آنے تک وہ ایف بی آئی کی حفاظت میں رہے گا۔ اس کے بعد اسے تبت بھیج دیا جائے گا۔''

''تو پھر ہم آج ہی تیاری کیے لیتے ہیں، ویسے کوئی اسٹریچر بھی لینا پڑے گا شاید۔'' اسرار نے کہا۔

''کیوں؟'' خان نے پوچھا۔

''بالے صاحب جو ہیں ساتھ، وہاں قدم قدم پر بے ہوش ہوں گے۔'' اسرار

نے سنجیدگی سے کہا۔

''سبحان اللہ، سبحان اللہ۔ کتنا خیال ہے آپ کو میرا۔ لعنت ہو آپ پر ساڑھے سات پیروں کی۔'' بالے نے جلے ہوئے انداز میں بیچ میں ٹوک دیا۔

''اب ہمیں یہ بدمیوں کا چولا بدلنا پڑے گا، وہ ہمیں پہچان چکا ہے۔'' خان نے ہدایت کی۔

''مگر کیسے؟''

''ممکن ہے سالٹ لیک سٹی سے واپسی پر ہماری نگرانی کرتا رہا ہو۔ بعض چالاک لوگ ایسے موقعوں پر پولیس کے اتنے قریب رہتے ہیں کہ پولیس کا خیال بھی ادھر نہیں جا سکتا۔ وہ انھیں دور دور تک ڈھونڈتی رہتی ہے۔'' خان نے بتایا۔

''لیکن وہاں چلنا کیا مفید ہوگا؟'' اسرار نے پوچھا۔

''نہ بھی ہو تو ہم وہیں سے پاناما کے راستے واپس لوٹ چلیں گے۔'' وہ یہ کہہ کر باتھ روم میں چلا گیا۔

طیارے کے ذریعے وہ لاس انجلو ہوتے ہوئے دوسرے دن کیلیفورنیا پہنچ گئے۔ یہاں انھیں ہالی ووڈ ویکلی بلیٹن کے دفتر پہنچنے میں بھی کوئی زیادہ دقت نہیں ہوئی۔ منیجر ان سے بڑے اخلاق سے پیش آیا۔ اس کا وہ رپورٹر تو موجود نہ تھا، جس نے ڈورتھی پارکر سے متعلق وہ رپورٹ دی تھی۔ وہ کہیں اسٹوڈیوز میں گیا ہوا تھا، لیکن یہاں سے انھیں اس پراسرار اجنبی کی تصویر ضرور مل گئی، جو اسٹوڈیوز کے چکر کاٹ رہا تھا۔ یہ تصویر ڈورتھی پارکر کے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک ریسٹورنٹ میں کھینچی گئی تھی۔ وہ بہت خوب صورت اور قد آور آدمی معلوم ہوتا تھا۔

تصویر کی ایک کاپی لے کر وہ ایک ٹیکسی میں اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ اس وقت انھوں نے یورپین باشندوں جیسا میک اپ کر لیا تھا۔ سب سے پہلے وہ

ٹوئنتھ سینچری فوکس اسٹوڈیوز گئے ۔اسٹوڈیوز کیا تھے،ایک اچھا خاصا خوب صورت قصبہ بسا ہوا تھا، جس میں بلند بلند اسٹیجز اور اندر مصنوعی پہاڑیاں تک بنی ہوئی تھیں ۔انھیں ایف بی آئی کی سفارش پر بڑی مشکل سے داخلے کی اجازت ملی،لیکن یہ شرط رکھ دی گئی کہ وہ صرف اسٹوڈیوز کی سیر کر کے واپس آجائیں گے ۔شوٹنگ وغیرہ دیکھنے کے لیے ٹھہر نہ سکیں گے ۔انھوں نے یہاں اپنے آنے کا اصل مقصد نہیں بتایا تھا۔وہ اچانک اس آدمی پر کسی شبے کا اظہار بھی نہ کر سکتے تھے ۔ممکن ہے وہ کوئی اور ہوا تو ؟

اسٹوڈیوز کے اندر اس وقت بیک وقت آٹھ تصویروں کی شوٹنگ جاری تھی، جو مختلف اسٹیجوں اور کھلے ہوئے سیٹس پر ہو رہی تھی ۔ڈورتھی پارکر اس وقت ایک سمندری فلم کے ایک جہازی منظر کی شوٹنگ میں تھی ۔

یہ قدیم طرز کا جہاز اسٹوڈیوز کے اندر ہی بنائے گئے ایک پہاڑ کی چوٹی پر رکھا گیا تھا اور الیکٹرک کرینز کے ذریعے اسے اس طرح ہلایا جاتا تھا جیسے وہ سینہ سمندر پر موجوں کے تھپیڑوں میں ہچکولے کھا رہا ہو۔جس منظر کی فلم بندی کی جا رہی تھی اس میں مس پارکر اسپین کی شہزادی کی حیثیت سے اس جہاز پر ایک سمندری لٹیرے کی قید میں تھی اور یہ لٹیرا جیف چانڈلر ہی تھا ۔اور عین اس موقع پر جب شہزادی کے حسین چہرے کو بدنما بنانے کے لیے اسے سب کے سامنے دہکتی ہوئی آہنی سلاخ سے داغنا چاہتا ہے، جہاز کی ایک طرف کی دیوار سے ایک نوجوان آدمی شمشیر بکف کودتا ہے اور اس کا پہلا وار ہی چانڈلر کے ہاتھ کو زخمی کر کے گرم سلاخ نیچے گرا دیتا ہے اور پھر جہاز پر لڑائی ہونے لگتی ہے ۔

خان یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ وہ آدمی جس کی تصویر اس کے پاس تھی اسی جہاز پر کیمرے کے پیچھے کھڑا شوٹنگ دیکھ رہا تھا۔وہ اسے غور سے دیکھتا رہا۔پھر اس نے پاس کھڑے ہوئے ایک سیاہ سوٹ والے آدمی سے پوچھا ۔

''وہ آدمی کون ہے جو کیمرے کے پیچھے ایک طرف کھڑا ہے؟''

''موسیو گاتھر، مس پارکر کا نیا دوست۔'' اس نے مسکرا کر بتایا۔

''یہ امریکن تو نہیں معلوم ہوتا؟'' خان نے آہستہ سے اس سے پوچھا۔

''کوئی کہتا ہے ڈچ ہے کوئی کہتا ہے اسکاٹش۔ اب خدا جانے یا آسمان کہ کمبخت کون ہے۔'' وہ آدمی جھنجلا کر بولا۔

ایک گھنٹہ بعد یہ شارٹ مکمل ہوگیا اور صرف لڑائی کے سین فلمائے جاتے رہے، جس میں مس پارکر کی ضرورت نہ تھی، اس لیے وہ نیچے اتر آئی۔ اس وقت گاتھر بھی اس کے ساتھ تھا۔ جب وہ دونوں قریب سے گزرنے لگے تو خان اسے غور سے گھورنے لگا۔ اس کے ہاتھوں پر بالوں کی جڑیں بالکل صاف تھیں اور جلد پتلی معلوم ہوتی تھی۔ خان خود بھی اس کے پیچھے ہولیا۔

خان کے پیچھے کسی رئیس کے چمچوں کی طرح بالے، اسرار اور ابراہیم، تین آئرش باشندوں کے لباس میں چل رہے تھے۔ اسرار گونگا بن گیا تھا۔ بالے کیونکہ آئرش لہجے سے واقف تھا، اس لیے سیدھا سادا پرسنل سکریٹری بنا ہوا تھا۔

''موسیو۔'' خان نے چلتے چلتے گاتھر کو آواز دی۔ وہ ٹھٹک کر رک گیا۔

''میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ پرتگالی لہجے میں بولا۔

''ہاں ہاں، ضرور۔'' یہ کہہ کر اس نے مس پارکر کی طرف دیکھا۔

''میں اسٹیج نمبر ۳ کے ریسٹ روم میں ملوں گی، تم جا سکتے ہو۔'' مس پارکر نے مسکراتے ہوئے اسے اجازت دے دی۔

اور وہ خان کی طرف آ گیا۔ وہ چاروں ٹہلتے ہوئے ایک کیبن کینٹین میں داخل ہو گئے، جہاں اتفاق سے اس وقت اور کوئی نہ تھا، سوائے سروس مینوں کے۔

''بات دراصل یہ ہے کہ میں خود ایک فلم بنانا چاہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ

جیسا خوب صورت اور تندرست آدمی اس کا ہیرو بنے۔'' خان نے کہا۔ وہ قطعی آئرش لب ولہجے کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا۔

''لیکن میں کوئی فلمی اداکار نہیں ہوں۔'' گاتھر نے معذرت چاہی۔

''وہ سب ہم پر چھوڑ دیے، ہم آپ کو چند ہی دنوں میں ایرل فلائین کا بھی باپ بنا دیں گے۔ اگر آپ کہیں تو آپ کو ٹائرن پاور کا چچا بنایا جا سکتا ہے۔'' بالے بیچ میں ڈینگیں ہانکنے لگا۔

''میں، میں ایکٹنگ وغیرہ نہیں جانتا کچھ۔'' گاتھر پھر کچھ ہچکچانے لگا۔

''وہ سب ہم پر چھوڑ دیے، ہم آپ کو ایک مہینے میں ایکسپرٹ بنا لیں گے۔ کلارک گیبل نے 'گووان ودھ دی فرینڈ' میں نام کمایا ہے، ہم آپ کو 'کم آن ودھ دی فرینڈ' میں نام کما دیں گے۔'' بالے پھر بڑھ بڑھ کر ہانکنے لگا۔

''میرا خیال ہے کہ آپ 'ڈاکٹر سلازار' کی فلم بنا ڈالیے، مسٹر خان۔'' وہ ایک پراسرار مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

اس کے ان الفاظ پر اسرار اور ابراہیم تو حیرت سے اچھل پڑے۔ سلازار جیسی خوفناک اور پراسرار شخصیت کو اس طرح اچانک اپنے سامنے دیکھ کر بالے ایک لمحے کے لیے خوف زدہ سا ہو گیا۔ صرف خان کے لبوں پر ایک خفیف سی مسکراہٹ ابھر آئی۔ اسرار تو گاتھر کے دونوں ہاتھ جیبوں میں دیکھ کر ڈر رہا تھا۔ اور گاتھر کے روپ میں سلازار کی یہ خوف ناک مسکراہٹ اور زیادہ تشویشناک تھی۔ خدا جانے وہ کب اور کس قسم کا حملہ کر بیٹھے۔

''تو میرا اندازہ صحیح نکلا۔'' خان نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

''میں دراصل تمہاری اس خصوصیت کا معترف ہوں کہ تمہارے اندازے بہت کم غلط نکلتے ہیں۔ شاید تم بیچ میں نہ آتے تو ہندوستان کے لوگ مجھے مافوق الفطرت

وجود یا بھوت پریت سمجھ کر میرے نام کے منتر جپنے لگتے۔'' سلازار نے اطمینان سے اپنی نشست پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''ایسا تو نہیں، ہندوستان میں بھی اب عقل مند پیدا ہونے لگے ہیں۔'' خان نے چبھتا ہوا سا جواب دیا۔

''خیر، مجھے بہرصورت تم سے مل کر خوشی ہوئی، لیکن اگر تم اپنا زیادہ وقت یہاں ضائع کروگے تو مجھے افسوس ہوگا، کیونکہ کام کے آدمیوں کو اس طرح بے کار نہ گھومنا چاہیے۔تمہارے ملک کو ابھی تم جیسے لوگوں کی ضرورت ہے۔'' وہ بڑے ناصحانہ انداز میں خان کو سمجھانے لگا۔

''بڑی بوڑھی باتیں کرنے لگے ہو تم۔'' خان نے اس پر طنز کیا۔

''خیر تم کچھ بھی سمجھو۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں، مائی ڈیئر جاسوس۔ میں نے اس پچھلی زندگی کو خیر باد کہہ دیا ہے۔امریکن بینکوں میں میرے باپ کے زمانے کی بہت سی دولت پڑی ہوئی ہے۔وہ پوری ایک جہاز راں کمپنی کے مالک تھے۔ میں کئی سو سال عیش سے گزار سکتا ہوں اور پھر میرے سائنسی تجربے بھی کچھ کم نہیں۔'' سلازار نے فخریہ انداز میں کہا۔

''تم بھول رہے ہو، سلازار، اب پستول کی ایک گولی تمہاری جان لے سکتی ہے۔تمہارے ڈھانچے کی ابدیت اب ختم ہو چکی ہے۔تم اب عام انسانوں کی طرح محض گوشت پوست کے ایک انسان ہو۔'' خان نے اسے پوری خود اعتمادی کے ساتھ لتاڑا۔ اس جملے پر ایک لمحے کے لیے سلازار کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا مگر پھر وہ قہقہہ مار ہنس پڑا۔

''مجھے عقل بانٹتے ہو، سراغ رساں۔تم سے شاید اس بے وقوف لاما نے کہا ہوگا یہ سب کچھ، لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ میں جس وقت چاہوں اس جسمانی حیثیت کو ختم کر کے اپنی پرانی حالت پر لوٹ سکتا ہوں۔'' اس نے بھاری اور جوشیلی آواز میں کہا۔

Akram Allahabadi

''میں یہ سب کچھ نہیں جانتا۔تم نے جرم کیے ہیں اور قانون مجرم کو کبھی معاف نہیں کرتا۔''خان نے کسی قدر تلخ لہجے میں جواب دیا۔

''مجرم...؟ قانون...؟ وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔تمہارا قانون جنم بھر مجھے مجرم نہیں ثابت کر سکتا۔ میں وہ سلازار نہیں ہوں جو تمہارے مجرموں کی فہرست میں تھا۔میرا نام البرٹو ڈی گاتھر ہے۔میں امریکہ کا ایک معزز پرتگالی شہری ہوں، بیٹے۔تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔''وہ بڑی بے فکری سے ہنستے ہوئے بولا۔اتنے میں کیبن کینٹین کا ایک سروس میں ان کے قریب آ گیا۔

''میرے لیے اسکاٹش، دوستوں کو اسکاٹش وہسکی اور میرے اسپینی نواب کو ایک جان ہل گریٹ وائن۔''اس نے آرڈر دیا۔

''ہم لوگ شراب سے نفرت کرتے ہیں۔''خان نے اس کی بات کاٹ دی۔

''تو پھر کوئی اور مشروب؟''گاتھر نے صاف انگریزی میں پوچھا۔

''نہیں،شکریہ۔لیکن اس کے باوجود کہ تم اپنی نئی حیثیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قانون کی زد سے محفوظ رہ جاؤ، میں تم سے ایک یقین دہانی چاہتا ہوں۔''خان نے قطعی سنجیدگی کے ساتھ اور نرم لہجے میں کہا۔

یعنی؟''سلازار نے پلکیں جھپکاتے ہوئے پوچھا۔بالے کو حیرت ہو رہی تھی کہ ایک ہڈیوں کا ڈھانچا اس قدر جلد کیسے ایک اتنے مکمل اور خوب صورت وجود میں تبدیل ہو سکتا ہے۔وہ مجسمِ حیرت بنا ہوا اس کی صورت تک رہا تھا۔

''یہ کہ تم اب پھر کبھی میرے ملک کی سرزمین پر قدم نہ رکھو گے۔''خان نے کہا۔

''مہمان کی حیثیت سے بھی نہیں؟''سلازار نے مسکرا کر پوچھا۔

''ہمیں ایسے خطرناک مہمان کی ضرورت نہیں۔''خان نے روکھا سا جواب

دیا۔

''تو کیا تم اس سے مطمئن ہو جاؤ گے؟ دراصل میں نہیں چاہتا کہ میں تمہارے ساتھ کوئی سخت سلوک کروں۔'' سلازار نے کہا۔

''تم عجیب آدمی ہو، دھمکیاں بھی دیتے جاتے ہو اور قدر شناسی کے دعوے بھی۔'' خان نے سر کو ایک طرف جھٹکتے ہوئے کہا۔

''میں اچھے آدمیوں کی قدر کرتا ہوں محض اس لیے، ورنہ تمہارے اس اسسٹنٹ کو، جس نے جیب میں ڈکٹا فون چھپا رکھا ہے، میں دو منٹ میں چوہا بنا سکتا ہوں۔'' سلازار یہ کہتے ہوئے بالے کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ اور بالے سٹ پٹا گیا۔ خان نے ترچھی نظر سے دیکھا، واقعی بالے کی جیب سے ریکارڈر کی باریک سی راڈ اوپر نکلی ہوئی تھی۔

''اور شاید تمہیں یہ بھی احساس نہیں کہ اس پتلی نلکی میں ماچس کی ایک دیا سلائی گھسی ہوئی ہے۔'' سلازار نے پھر بالے کی جیب کی طرف اشارہ کیا۔ اور اس بار بالے نے گھبرا کر جیب سے پاکٹ ریکارڈر باہر نکال لیا۔ واقعی باہر سے آواز اخذ کرنے والی اس پتلی سی نلکی کے منہ میں ماچس کی ایک تیلی گھسی ہوئی تھی، جو یقیناً سلازار کی ہی حرکت تھی۔

''تم اگر اس میں کامیاب بھی ہو جاتے تو میری تین آوازیں ہیں۔ میں بھری عدالت میں تمہیں جھٹلا سکتا تھا۔'' سلازار نے ہنستے ہوئے ایک دوسری آواز میں، جو پہلے سے بالکل مختلف تھی، کہا اور وہ تینوں اسے سن کر حیرت میں رہ گئے۔

''لاؤ، میں تمہاری ڈائری میں لکھ دیتا ہوں۔'' یہ کہہ کر سلازار نے خود ہی خان کی جیب سے ڈائری باہر کھینچ لی اور اپنی جیب سے پین نکال کر لکھنے لگا۔

''یہ کیا بے وقوفی ہے، بالے؟'' خان نے بالے کو جیب سے پستول نکال کر

دیکھ کر ٹوکا۔

''تمہارا یہ اسسٹنٹ سات احمقوں کا ایک احمق ہے۔ بہتر تو یہی ہوگا کہ تم اسے طلاق دے دو۔'' سلازار نے بالے کی طرف دیکھے بغیر خان کی ڈائری پر کچھ لکھتے ہوئے کہا۔ اور بالے کا اس جملے پر عجیب سا حال ہوگیا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ انجام کی پرواہ کیے بغیر اس عجیب انسان پر اچانک ٹوٹ پڑے، لیکن خان کی وجہ سے وہ کچھ نہ کرسکا۔ اسرار اور ابراہیم دونوں بالے کی اس کیفیت پر مسکرا دیے۔

''بے غیرتو، ہنس کیا رہے ہو۔'' بالے جل کر ان کی طرف گھوم پڑا۔

''بالے۔'' خان نے ڈانٹا۔ اور وہ کسمسا کر رہ گیا۔ سلازار نے وہ نوٹ بک خان کے حوالے کردی۔ اس میں لکھا تھا،

''میں اس واحد شخص، سپرنٹنڈنٹ حضور احمد خان، سے، جسے میں ایک لائق ترین سراغ رساں مانتا ہوں اور جس کے سوا شاید میری عجیب شخصیت کے بارے میں کوئی اتنا نہ جانتا ہوگا جتنا وہ جانتا ہے، یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس کے وطن یعنی ہندوستان کی سرزمین پر کبھی قدم نہ رکھوں گا۔ یہ میرا اخلاقی وعدہ ہے، ایک ایمان دار پولیس افسر سے ایک ایمان دار مجرم کا، جو آج بھی تمام ملکوں کے قوانین کے لیے ناقابلِ تسخیر ہے، لیکن جو ایک آدمی کی لیاقت، بہادری اور فراخ دلی سے متاثر ہوکر اسے اپنا وعدہ دے رہا ہے۔ یہ سلازار کا وعدہ ہے جو اپنے قول کا احترام ہر چیز سے مقدم سمجھتا ہے۔

فقط

ڈاکٹر اے ڈی سلازار

خان نے نوٹ بک کو اپنی جیب میں رکھ لیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ بالے، اسرار اور ابراہیم بھی حیران حیران سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سلازار نے مسکراتے ہوئے ان سے ہاتھ ملایا۔

Akram Allahabadi

''میں آئندہ موسمِ سرما تک قطب شمالی میں اپنی لیبوریٹریز قائم کرلوں گا اور اس وقت اپنے پہلے شاہکار تجربے کے دو نمونے میں تمہیں بھیجوں گا تا کہ تم یاد رکھ سکو کہ جس سے تم ملے تھے وہ کس طاقت کا مالک تھا۔'' یہ کہہ کر سلازار کیبن سے باہر نکل گیا۔

''ارے دیکھیے وہ جارہا ہے نا۔'' بالے نے خان کی توجہ اس کی طرف منعطف کرائی۔

''جانے دو۔اس وقت ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔وہ ہر قانون کی زد سے باہر ہے۔'' خان نے کہا۔اور پھر وہ بھی کیبن سے باہر نکل کر اسٹوڈیوز میں ٹہلتے ہوئے گیٹ پر آ گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆

اپنی قیام گاہ پر واپس آتے ہی انھیں ایف بی آئی کی معرفت آیا ہوا حکومت ہند کا ہدایت نامہ مل گیا۔اس میں سنٹرل انٹلی جینس بیورو کے ڈائرکٹر نے لکھا تھا کہ سرزمین امریکہ کی وارداتوں سے ہمیں تعلق نہیں۔اگر سلازار تمہاری دسترس سے باہر ہے تو واپس لوٹ آؤ،حکومت بھی تمہیں واپس مانگ رہی ہے۔

''لو بھئی،بوریا بستر گول کرو اب۔'' خان نے ہدایت نامہ میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

''مجھے ابھی ایسٹھر ولیمز سے ملنا ہے۔میں ہالی ووڈ کی یاترا کیے بغیر نہیں جاؤں گا۔'' بالے بچوں کی طرح ضد کرنے لگا۔

''تم سے دس ہزار درجہ بہتر آدمی اس کے یہاں جوتے صاف کیا کرتے ہیں، سارجنٹ۔'' اسرار پھر اسے ٹوک بیٹھا۔

''شاید اپنی بھینسے جیسی عقل کا تصور کر کے کہہ رہے ہو گے۔اس نے تو مجھے خود

چھٹی لکھی تھی کہ جب امریکہ آؤ تو مجھ سے ضرور ملنا ورنہ میں پانی میں کود پڑوں گی۔'' بالے نے معصومیت کے ساتھ کہا۔خان اس وقت قصداً ان کی اس جھڑپ سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

''ضرور لکھی ہوگی۔''ابراہیم نے بھی گویا تائید کی۔

''ابے او بوزۂ خر، بڑے بوڑھوں کے اس طرح منہ نہیں لگا کرتے۔'' وہ ابراہیم کی طرف گھوم پڑا۔

''آپ کے اس بوڑھے پن کو دیکھ کر تو عرض کر رہا ہوں، قبلہ۔''ابراہیم نے مؤدبانہ انداز، مگر پر مزاح لہجے میں کہا۔

''واہ بیٹا سعادت مند، خوب کماؤ گے نام۔ دیکھ لینا جنم بھر حوالداری کرو گے۔''بالے نے اسے بد دعا دی۔

''اس کے پرموشن کا تو حکم بھی آچکا ہے، کہیں کوے کے کوسے سے ڈھور مرا کرتے ہیں۔''اسرار، ابراہیم کی طرف سے بول اٹھا۔

''برخوردار، اور بنو شاگرد ایسوں کے۔اچھے خاصے آدمی کو ڈھور بنا ڈالا۔'' بالے نے ابراہیم کو پانی پر چڑھایا۔

''اچھا اب سب بکواس بند۔ہمیں تیاری کرنی ہے واپسی کی۔''خان نے بیچ میں دخل دے کر انھیں خاموش کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

اور دوسرے دن جب ان کا جہاز، ایس ایس ایمبیسیڈر، جنوبی کیلیفورنیا کے ساحل سے روانہ ہونے لگا تو وہ امریکہ کے لیے اب بھی ایک حل طلب اسرار چھوڑے جا رہے تھے۔ایک ایسے وجود کی تلاش جو اب اپنی ہیئت تبدیل کر چکا تھا۔خان نے ایف

بی آئی کی پرخلوص مدد کے عوض اشارۃً اس ڈپارٹمنٹ کو نئے سلازار کی موجودگی کی اطلاع دے دی تھی بلکہ اپنے دوست ایریا آفیسر کو تو اس نے گاتھر کی تصویر بھی دے دی تھی، مگر وہ لوگ اب بھی اسے فینٹیسی سمجھ رہے تھے۔ ان میں سے کوئی ہڈیوں کے اس متحرک اور خوفناک ڈھانچے کو، جس نے نیویارک میں ہنگامہ برپا کر دیا تھا، سلازار یا گاتھر تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے۔ البتہ بالے کی یہ حسرت دل ہی میں رہ گئی کہ وہ ایستھر ولیمز سے نہ مل سکا اور اس نے ہالی ووڈ کے پرستان کی ٹھیک سے سیر نہ کی۔ بے چارہ ہالی ووڈ کی حسینانِ گل اندام کی ایک پوری فہرست بنا کر لایا تھا، لیکن سوائے ڈروتھی پارکر اور چند ایکسٹراؤں کے اور کسی کا دیدار اسے نصیب نہ ہو سکا۔ امریکہ سے روانہ ہوتے وقت اس نے جیب سے وہ فہرست نکال کر چاک کرتے ہوئے سمندر میں ڈال دی۔ اسرار پاس ہی کھڑا تھا۔ وہ گنگنانے لگا۔

اِک دل کے ٹکڑے ہزار ہوئے کوئی....

''تمہارے سر پر گرا۔'' بالے جھنجلا کر چیخ اٹھا۔

''کھسیانی بلی کھمبا نوچتی ہے نا، ابراہیم؟'' اسرار نے ابراہیم کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''سنا تو میں نے بھی ہے مگر دیکھا نہیں ہے۔ آپ بالے صاحب سے پوچھیے۔'' ابراہیم نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''اخاہ، چہ پدی، چہ پدی کا...'' بالے اس کی طرف بڑھا لیکن اتنے میں ایک مسافر جوڑا ان کے درمیان آ گیا اور ابراہیم ہٹ کر اسرار کے پیچھے آ گیا۔

ابھی ان کا جہاز خلیج پاناما سے باہر نکلا ہی تھا کہ خان کے نام دو چھوٹے سے پارسل موصول ہوئے جو جہاز کے کپتان نے اس کے کیبن میں پہنچا دیئے۔ ان میں ایک خان کی معرفت بالے کا تھا۔ پہلے تو خان نے اسے ریمنڈ کی طرف سے سمجھا، کیونکہ

رخصت ہوتے ہوئے ریمنڈ سے وہ نہ مل سکا تھا، صرف خط سے اطلاع دے دی تھی۔ مگر جب اسے کھولا تو اس کے اندر ہی تقریباً نو (۹) انچ لمبا اور چھ (۶) انچ چوڑا ایک اور ڈبہ تھا جس پر لکھا تھا، ''اسے اب سے پانچ سال بعد کھولنا، یہ سلازار کا تحفہ ہے۔'' دوسرا جو بالے کے نام تھا، اس پر لکھا تھا، ''اسے پانچ منٹ بعد کھولا جائے۔'' بالے نے اسے فوراً ہی کھول ڈالا، لیکن اس میں صرف ایک بیر کی ایک پھول دار زنانہ چپل رکھی تھی جو بیڈ روم میں پہنی جاتی ہے۔ ایک اور کاغذ کے پرزے پر لکھا تھا، ''ایستھر ولیمز کی چپل حاضر ہے، سر منڈوا کر شوق فرمایئے۔'' اور بالے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر سوچتا رہ گیا کہ اس کمبخت نے میرے مکالمے کب سن لیے تھے۔ اسرار اور ابراہیم ہنس رہے تھے۔

☆☆☆ ختم شد ☆☆☆

Akram Allahabadi